www.novelsclubb.com
ابرِ رحمت
زاریہ فاطمہ
Pdf available at
www novelsclubb com
FB INSTA
novelsclubb

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

ابرِ رحمت

از

زاریہ فاطمہ

www.novelsclubb.com

(قسط نمبر 5)

”یقین“(وہم کا ارتقا)

لاہور کی سرد ہوا میں آج نمی بھی تھی۔ رات بھر کی موسلا دھار بارش کے بعد سردی زور پکڑ چکی تھی۔ بارش کے باعث دھند چھٹ چکی تھی۔ لاہور شہر کے پوش علاقے میں واقع اس گھر کے باہر لگی نیم پلیٹ پر بریگیڈیئر احمد کیانی لکھا دکھائی دے رہا تھا۔ آس پاس موجود تمام گھروں کا نقشہ اور رنگ وروغن بلکل ایک جیسے تھے۔ جس کی وجہ سے کسی بھی باہر سے آئے شخص پر گھروں کے باہر لگی تختیاں پڑھنا فرض تھا۔ کیانی ہاؤس میں پکوڑوں اور چائے کی اشتہا انگیز خوشبو پھیلی

www.novelsclubb.com

ہوئی تھی۔ گھر کے اندر یوں شور شرابہ برپا تھا مانو کوئی طوفان آگیا ہو۔ گھر کے داخلی دروازے کو پار کرتے اندر کارخ کرتے ہیں جہاں لاؤنج میں سے ٹیبل کو ہٹا کر سائیڈ پر رکھا گیا تھا اور درمیان میں سرخ قالین پر تین لوگ آلتی پالتی مارے بیٹھے تھے، سامنے ہی بھاپ اڑاتے چائے کے کپ اور پکوڑوں سے لدی پلیٹ پڑی تھی۔ مشینی انداز میں بغیر رکے پکوڑے کترتی ضامنہ کی بتیسی آج بھی روشن تھی اور وجہ پاس بیٹھے دو نفوس تھے۔ اسکی نسبت باقی دو لوگوں کے تاثرات مختلف تھے۔ بیس سالہ عبداللہ منہمک سا ٹی وی سکرین پر چلتے مناظر میں محو تھا۔ سترہ سالہ زوہا گود میں پڑے کشن کو یوں چہرے کے سامنے ٹکائے بیٹھی تھی کہ صرف اسکی آنکھیں نظر آرہی تھیں۔ یکدم سے ایک ڈراؤنی مخلوق کے سکرین پر نمودار ہونے سے وہ اپنی جگہ سے اچھل پڑی۔ یوں لگا جیسے کسی نے سینے میں سے دل نکال کر ہاتھ میں دبا دیا ہو۔

www.novelsclubb.com

عبداللہ جو سکرین پر چلتے مناظر میں گم تھا زوہا کو یوں اچھلتے دیکھ کلس کر رہ گیا تھا۔یہ کوئی پچاسویں مرتبہ تھا اور اب اس بچارے کا صبر جواب دینے لگا تھا۔زوہا کو حواس باختہ ہوتے دیکھ ضامنہ کی مسکراہٹ قہقہے میں بدل گئی تھی۔ جھولی میں بیٹھے اسود نے ہاتھ میں پکڑے ریموٹ کو چھوڑ کر ضامنہ کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔معاملہ کیا تھا اسے کیا معلوم لیکن ضامنہ کے قہقہوں میں اسکا ساتھ دینا اسود پر فرض تھا۔زوہا نے رونی صورت بنا کر ان سب کو دیکھا

"مام!!!!! یہ ضامنہ کو دیکھیں۔یہ پھر سے میرا مذاق بنا رہی ہے۔" زوہا نے بھرائی ہوئی آواز میں ہانک لگائی۔اسے لگا ہی تھا کہ ایسا کچھ ضرور ہو گا۔"میں جانتی ہوں کہ تم نے یہ مووی پہلے سے دیکھ رکھی ہے تبھی یوں دانت نکل رہے ورنہ ابھی تک تمہاری چیخیں سن کر پڑوس والے باہر گیٹ پر جمع ہو چکے ہوتے۔" زوہا کشن سائیڈ پر پٹختی وہاں سے اٹھ چکی تھی۔ضامنہ نے مسکرا کر آنکھیں مٹکائیں

اب سمجھ آیا تھا کہ ضامنہ کیوں اتنے لاڈ دکھا کر اسے مووی دیکھنے کیلئے راضی کر رہی تھی۔ سکرین پر موجود چڑیل زیادہ بھیانک تھی یا سامنے بیٹھی اسکی چڑیل نما بہن ایک سیکنڈ کی دیر لگائے بغیر دل نے ضامنہ کا نام لیا تھا۔

''بیٹھ جاؤ زوہا کہاں جا رہی ہو؟ ابھی تو صرف بیس منٹ گزرے ہیں یار۔'' عبداللہ ہر بار کی طرح منت سماجت پر آگیا تھا

''ارے جانے دو اسے۔ مجھے تو لگ رہا تھا کہ اتنی ہارر موویز دیکھ لینے کے بعد یہ کچھ بہادر ہو گئی ہو گی پر نہیں۔ یہاں سکرین پر ہلکا سا کھٹکا ہوا نہیں کے میڈم کا دل باہر آ جاتا ہے۔'' آگ پر تیل چھڑکنا کسے کہتے ہیں یہ کوئی ضامنہ احمد سے سیکھے۔ زوہا کا چہرہ ہتک کے مارے سرخ ہونے لگا تھا۔ سیڑھیاں اترتی رابعہ ان کی آخری باتیں سن چکی تھیں اور انھیں چند سیکنڈز سے بھی پہلے معاملہ سمجھ آ چکا تھا۔ یہ کوئی نئی بات کہاں تھی۔

www.novelsclubb.com

"ضامنہ کب باز آؤ گی تم آخر؟اور یہ کیا طریقہ ہے اس ننھی جان کو یوں ساتھ بٹھا کر یہ اول جلول موویز دیکھنا ضروری ہے کیا؟اسکی ماں کو پتہ چل جائے نا کہ تم اس آٹھ ماہ کے بچے کو اپنے ساتھ ہارر موویز دکھاتی ہو تو اگلی دفعہ سے اسے یہاں کبھی نہ چھوڑ کر جائے۔" رابعہ نے سر پیٹ لیا تھا۔زوہا پیر پٹختی منظر سے غائب ہو گئی تھی

"مام وہ بیچارہ کہاں ہمارے ساتھ مووی دیکھ رہا ہے،جسٹ لوک ایٹ ہم!"

ضامنہ جھلائی۔اسود کی جانب اشارہ کیا جو پھر سے ریمورٹ کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔اس نے چائے کا مگ اٹھا کر لبوں سے لگایا۔عبداللہ کان لپیٹے فلم دیکھنے میں مگن تھا۔وہ اتنا احمق نہیں تھا کہ انکے چکر میں مووی چھوڑ دیتا۔رابعہ کلس کر رہ گئیں۔ کیا ہی ہو جاتا جو انھیں بھی باقی ماؤں کی طرح فرمانبردار اور سگھڑ اولاد ملی ہوتی۔

"کب عقل آئے گی تمہیں ضامنہ؟تمہاری عمر کی لڑ..." ان کی بات ابھی بیچ میں تھی کہ ضامنہ اسود کو لے کر وہاں سے اٹھ گئی،جاتے جاتے پکوڑوں کی پلیٹ اٹھانا نہیں بھولی تھی۔رابعہ بظاہر نارمل تھیں لیکن اندر ہی اندر بل کھا کر رہ گئیں۔

''آنے دو تمہارے ڈیڈ کو کرتی ہوں ان سے بات۔ گھر کو مچھلی فارم بنا رکھا ہے''
انہوں نے آگے بڑھ کر ٹی وی بند کیا۔ پوری توجہ سے سین دیکھتے عبداللہ کو صدمہ
ہی تو لگا تھا۔

''مام! واٹ از دس؟ میں نے تو کچھ کیا بھی نہیں.''

عبداللہ اس وقت مظلومیت کی اعلیٰ مثال لگ رہا تھا۔ ٹی وی کی سیاہ سکرین اسے منہ
چڑا رہی تھی۔ وہ احتجاج کرنا چاہتا تھا پر رابعہ کی خطرناک گھوریوں نے اسکو لائن پر
لانے میں ایک منٹ بھی نہ لگایا تھا۔ وہ زبردستی کی مسکراہٹ سجاتا اٹھ کھڑا ہوا۔
ماؤں کا سب سے کارآمد ہتھیار یہی تو ہوتا ہے۔

''کہاں چلے لاڈ صاحب؟ یہ ٹیبل اسکی جگہ پر پڑوس والے رکھیں گے؟'' طنز سے
بھرپور لہجہ

عبداللہ نے صدمے سے اپنی ماں کو دیکھا اور پھر اپنی بہنوں کی تلاش میں نگاہ
دوڑائی جو یہ پھیلاوا سمیٹنے کے وقت ہمیشہ کی طرح غائب ہو گئی تھیں۔ اسنے کچھ

www.novelsclubb.com

کہنے کیلیئے منہ کھولا لیکن رابعہ کے کڑے تیور دیکھ خاموش رہنا ہی بہتر لگا۔خاموشی سے قالین پر پڑے چائے کے مگ اٹھا کر صوفے پر رکھے۔اب وہ ٹیبل اٹھا کر اسکی سابقہ جگہ پر رکھ رہا تھا۔سب پہلے کی طرح رکھتے ایک نظر ماں کو دیکھا۔چہرے پر 'اب خوش؟' والے تاثرات تھے۔وہ دل ہی دل میں آئندہ کبھی اپنی بہنوں کے ساتھ مل کر مووی نہ دیکھنے کا تہیہ کر چکا تھا۔

اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھاتی ضامنہ چہک رہی تھی۔اپنے گھر والوں کو زچ کرنا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا اسنے اعتراف کیا۔پکوڑوں کی پلیٹ خالی ہو چکی تھی۔اسنے بدمزہ ہو کر خالی پلیٹ پاس سے گزرتی کام والی کو تھمائی۔آج کل ٹیکنیشن ٹیم کے لئے کوئی خاص کام نہ تھا۔عبداللہ اور زوہا بھی اپنی ونٹر بریک کی وجہ سے گھر میں پائے جاتے تھے۔راہداری سے گزرتے یکدم اسکا فون چنگھاڑا۔اسنے مسکرا کر فون پر چمکتے نام کو دیکھا اور پھر اپنے کندھے سے لگے اسود کو۔

"زہے نصیب ! کہیئے کیسے کال کی ؟" شرارت سے بھرپور کھنکتا لہجہ

"میری حسرت ہی رہ گئی کہ میں کبھی ضامنہ احمد کو سنجیدہ دیکھوں" مقابل ابر تھی۔ ساتھ ہی اسکی غیر سنجیدگی پر چوٹ کی

"میری کس بات سے تمہیں لگا کہ میں غیر سنجیدہ ہوں ؟" ضامنہ نے آنکھیں گھمائیں۔اب ان آدم بیزار لوگوں میں وہ اکیلی زندہ دل تھی تو اس میں اسکا کیا قصور ؟

"جانے دو تم کہاں مانو گی۔ اچھا یہ بتاؤ اسود تنگ تو نہیں کر رہا؟ امی کا چیک اپ مکمل ہو چکا ہے بس پانچ دس منٹ میں یہاں سے فارغ ہو جائیں گے ہم" وہ مصروف سے انداز میں کہہ رہی تھی

"اسود کی فکر مت کرو تم۔ وہ بہت اچھا بچہ ہے بلکل تنگ نہیں کرتا۔ تم تسلی سے آنٹی کا چیک اپ کروا کر آنا۔ کوئی جلدی نہیں او کے ؟" اسنے ابر کو تسلی کروائی

ابراو کے کہتی فون کاٹ گئی تھی۔ضامنہ نے مسکرا کر اسود کو دیکھا۔"اتنی جلدی بڑے کیوں ہو رہے ہو تم؟" وہ یہ سوال پوچھ بھی کس سے رہی تھی۔اسنے باری باری اسود کے بھرے بھرے گول مٹول گالوں کو چوما۔یہ بچہ بہت کم عرصے میں بہت سارے لوگوں کی جان بن چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

فارمیسی کے کاؤنٹر پر کھڑی ابر نے فون کان سے ہٹا کر کوٹ کی جیب میں رکھا۔ دائیں جانب کچھ مرد حضرات ہاتھ میں دوائیوں کی لسٹ پکڑے اپنی باری کے انتظار میں کھڑے تھے۔اسنے پرس سے چند ہزاروں کے نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر رکھے اور دوائیوں کا شاپر اٹھایا۔ چہرے کے تاثرات بیزاری لئے ہوئے تھے۔ ہسپتال ابر المیر کو بیزار کیا کرتے تھے۔یہ فارمیسی ہسپتال ہی میں واقع تھی۔فارمیسی سے باہر نکلتے ہی ٹھنڈ ہڈیوں تک میں سرایت کر گئی۔وہ خاموشی سے قدم بڑھارہی تھی۔ہاتھ شاپر میں موجود دوائیوں کو ٹٹول رہے تھے۔ساری دوائیاں موجود ہونے کی تسلی کرتے اس نے سکھ کا سانس لیا۔وٹینگ ایریا میں لوگوں کا رش لگا تھا۔چند قدم آگے بڑھاتے ہی اسے شہر بانو بیگم دکھائی دے گئی تھیں۔پر وہ اکیلی نہیں تھیں۔ان کے ساتھ بیٹھے مرد کی پشت کو دیکھ ابر کے ماتھے پر لکیریں نمودار ہوئیں۔ناپسندیدہ سا تاثر چہرے پر پھیل گیا۔شہر بانو اسے کچھ سمجھارہی تھیں اور وہ

www.novelsclubb.com

فون کی سکرین انکے سامنے کئے کچھ پوچھ رہا تھا۔ جواب میں شہر بانو نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔

''امی'' ابر نے قریب پہنچ کر انھیں پکارا اور ساتھ بیٹھے مرد کو سرے سے نظر انداز کیا ''گھر چلیں'' راہداری میں لگے بلب کی روشنی اسکے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ بے تاثر چہرے پر۔ شہر بانو اثبات میں سر ہلاتے اٹھ گئیں۔ ساتھ بیٹھا مرد بھی اپنی جگہ سے اٹھ چکا تھا۔

''یہ میری بیٹی ہے ابر اور ابر یہ'' شہر بانو مسکرا کر دونوں کا تعارف کروا رہی تھیں ''میں انھیں جانتی ہوں'' ابر نے درشتی سے بات کاٹی۔ شہر بانو نے چونک کر زین کو دیکھا جو نظریں جھکائے کھڑا تھا اور پھر ابر کو جو مکمل لاتعلقی کا اظہار کئے ہوئے تھی۔

''زین بیٹے تم نے بتایا نہیں؟ اور ابر تم نے بھی نہیں بتایا!'' وہ دونوں سے شکوہ کر رہی تھیں ''آپ چلیں میں رستے میں بتاتی ہوں، ضامنہ کی کال تھی اسود بہت تنگ

کر رہا ہے انھیں" ابر نے مہارت سے جھوٹ بولا۔ شہر بانو نے اثبات میں سر ہلایا۔ زین نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھا کر بغور ابر کے چہرے کو دیکھا جہاں نو لفٹ کا بورڈ لگا تھا۔ مطلب معافی ملنے کا کوئی چانس نہیں تھا۔

"اچھا بیٹا ہم چلتے ہیں تم اپنا خیال رکھنا اور وقت پر چیک اپ کرواتے رہنا" شہر بانو نے مسکرا کر کہا۔ ابر ان کا انتظار کئے بغیر آگے بڑھ چکی تھی۔

"آپ بھی خیال رکھیے گا" زین مسکرا کر بولا تھا

شہر بانو نے قدم آگے بڑھا دیئے۔ زین نے آخر تک انکی پشت کو دیکھا۔ وہ راہداری عبور کر کے دائیں جانب مڑ گئی تھیں اور ابر، اسنے تو اسے کچھ کہنے کا موقع ہی نہ دیا تھا۔ شرمندگی کے بعد آج اسے پچھتاوا بھی ہوا تھا۔ وہ خاموش کھڑا لب کاٹتا رہا۔ خود کو ملامت کرتا رہا۔

''ایک منٹ ! آپ نے کیا کیا؟'' چلتی گاڑی ایک جھٹکے کے ساتھ رکی۔ ابر نے استفہامیہ انداز میں ابرو سکیڑے۔ مانو شہر بانو کی بات ہضم نہ ہوئی ہو۔

''دھیان سے ابر۔ اسود کو چوٹ لگ سکتی تھی'' شہر بانو نے بوکھلا کر کہا۔ ایک ہاتھ سے اسود کو تھامے دوسرا ڈیش بورڈ پر جما تھا۔

''آئی ایم سوری ! لیکن آپ نے اسے گھر کا اڈریس دیا ہے اسے ڈنر پہ انوائٹ کیا ہے امی ! میں وجہ پوچھ سکتی ہوں ؟ آخر مجھے یوں پریشان کر کے کون سا دلی سکون ملتا ہے آپ کو؟'' ابر کے نقوش میں سنجیدگی گھل گئی۔ کچھ حد تک تاسف بھی

''اتنا پیارا بچہ ہے وہ اور پھر تمہاری اس ماں کی نجانے کتنی ہڈیاں ٹوٹنے سے بچائی ہیں اسنے۔ اچھا ہوا مجھے ہسپتال میں مل گیا۔ میں تو ٹھیک سے شکریہ بھی ادا نہیں کر پائی تھی اسکا''

ابر نے گہرا سانس لے کر خود پہ قابو کیا۔ پیچھے لائن میں لگی گاڑیوں کے ہارن سے تنگ آ کر گاڑی آگے بڑھائی۔ اس کی ماں کسی دن اسکی موت کی وجہ بنے گی۔ ابر کو تو کم از کم یہی لگا

وقت میں تھوڑا پیچھے چلتے ہیں۔ یہ ایک کیفے کا منظر تھا۔ ٹشو سے ہاتھ پونچھتی شہر بانو نے واشروم سے باہر قدم بڑھائے۔ مختصر سی راہداری میں ایک کم عمر لڑکا ہاتھ میں گیلا کپڑا پکڑے فرش چمکانے میں مصروف تھا۔ وہ کچھ ہی قدم آگے بڑھی تھیں کہ پھسلن کے باعث فرش پر جمے قدم لڑکھڑائے۔ وہ بری طرح زمین بوس ہوتیں اس سے پہلے انھیں اپنے دونوں بازوؤں پر مضبوط گرفت محسوس ہوئی۔ آنکھوں میں خوف اور تحیر لئے شہر بانو نے چہرہ موڑا۔

www.novelsclubb.com

"آپ ٹھیک ہیں آنٹی؟ چوٹ تو نہیں لگی"، مکمل سیاہ پینٹ کوٹ میں ملبوس نوجوان کے چہرے پر ان کے لیے واضح فکر مندی تھی

"میں ٹھیک ہوں بیٹے... تمہارا بہت شکریہ۔ میرا دھیان پتہ نہیں کہاں تھا" شہر بانو نے شرمندگی سے ماتھے کو چھوا۔ زین ابھی بھی انکو تھامے ہوئے تھا

"میں آپ کے ٹیبل تک چھوڑ دیتا ہوں. کوئی ہے آپ کے ساتھ؟" زین نے انکے پاؤں کی جانب دیکھا جو لڑکھڑانے کے باعث بری طرح مڑا تھا۔

"میری بیٹی اور نواسہ ساتھ ہیں۔ میں چلی جاتی ہوں تمہیں خوامخواہ تکلیف ہو گی۔"

www.novelsclubb.com

"تکلیف میں فلحال میں نہیں آپ ہیں، میں لے چلتا ہوں آپ کو" وہ چند پل انکے کچھ کہنے کا انتظار کرتا رہا پھر کوئی جواب نہ ملنے پر انھیں بازو کا سہارا دے کر آگے بڑھا

''یہ کمبخت ہسپتال والوں نے ٹیسٹ کیا کئے، آدھی بوتل خون نکال لیا میرا۔ کوئی بیماری نہیں ہے پھر بھی بیٹی ہر مہینے ہسپتال کا چکر لگوا دیتی ہے۔'' شہر بانو نے خاموشی کو توڑتے کہا

''آپ کی بیٹی کو ساتھ آنا چاہیے تھا۔ کیا آپ نے انھیں بتایا کے آپ ویکنیس فیل کر رہی ہیں؟'' زین اور کسی کے لئے فکرمند؟ یہ ایک تاریخی منظر تھا

''چھوڑو بیٹا! تم میری صاحبزادی کو نہیں جانتے۔ میرے بارے میں کچھ زیادہ ہی وہمی ہے۔ اگر اسے بھنک بھی پڑ جاتی تو چار دن ہسپتال کے بیڈ سے نہ اٹھنے دیتی اور پھر میرا نواسہ ابھی چھوٹا ہے مشکل سے بیٹھنا شروع کیا ہے۔ اسے چھوڑ کے کہاں مجھ بوڑھی کے پیچھے بھاگتی پھرے گی۔'' شہر بانو مسکرائیں۔ زین کو انکی یہ شفیق مسکراہٹ بہت بھلی لگی تھی۔ وہ بہت آہستگی سے قدم بڑھا رہا تھا تاکہ شہر بانو کو تکلیف نہ ہو

”نواسے کو ساتھ ہسپتال لے کر جانا۔۔۔آئی مین گھر پر اور کوئی نہیں ہے کیا؟آپ کا داماد؟بیٹا یا بہو؟دراصل میری بھابھی کہتی ہیں کہ ہسپتال بیماریوں کی جڑ ہوتا ہے تو ایسے چھوٹے بچے کو ہسپتال لے جانا مناسب نہیں ہوتا۔“زین کے سمجھانے والے انداز پر شہر بانو کھل کر مسکرائیں۔

”میری ایک ہی بیٹی ہے۔شوہر کا کافی عرصہ پہلے انتقال ہو گیا تھا۔“

زین نے ان کے آگے بولنے کا انتظار کیا۔

”اور داماد“وہ بے اختیار پوچھ بیٹھا۔اسے شہر بانو سے بات کر کے اچھا لگ رہا تھا۔ زین عالم آج نجانے کتنے دن بعد کسی سے مخاطب ہوا تھا۔یہ زین کہانی کے حالیہ زین سے بالکل مختلف تھا۔ایک الگ روپ

شہر بانو اسکے سوال پر سوچ میں پڑ گئیں۔ان کے پاس جواب نہ بن پایا۔انکی خاموشی محسوس کر کے زین کا دل عجیب انداز میں دھڑکا تھا۔کیا اس بچے کا باپ اسے چھوڑ

گیا؟وہ پوچھنا چاہتا تھا۔چہرے پر ایک سایہ لہرایا۔ذہن میں سات سالہ زین کا خاکہ بنا جو اپنے ہی باپ کی توجہ کیلئے کیا کیا جتن کیا کرتا تھا۔

جیب میں رکھے فون کی تھرتھراہٹ نے دونوں طرف کی خاموشی کو توڑا۔زین نے کوٹ کی جیب سے فون نکالا

""آئی ایم سو سوری آنٹی۔۔۔مجھے یہ کال پک کرنی پڑے گی""اس کے انداز میں واضح ہچکچاہٹ تھی۔

""تم سوری کیوں کر رہے ہو بیٹا الٹا معافی تو مجھے مانگنی چاہیے کہ میری وجہ سے تمہیں اتنی تکلیف ہوئی۔بس وہ کچھ ہی فاصلے پر تو ہے ٹیبل میں چلی جاؤں گی۔""

""آر یو شیور؟""زین نے فکر مندی سے انکے پاؤں کی جانب دیکھا۔راہداری میں فون کی تھرتھراہٹ گونج رہی تھی

''بالکل''شہر بانو نرمی سے مسکرادیں۔زین نے انکے گرد سے اپنا بازو ہٹایا تھا۔

شہر بانو دیوار کا سہارا لیتی چند قدم آگے بڑھیں۔زین سنجیدگی سے انھیں دیکھے گیا

''ہو گئی تسلی ؟''شہر بانو نے پیچھے مڑ کر زین کو دیکھا جس نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلا یا تھا۔کال اٹینڈ کر کے فون کان سے لگاتے ہوئے وہ ایک جانب کو ہو گیا۔شہر بانو اپنے ٹیبل کی جانب مڑ گئیں۔اسکی نظریں ابھی بھی شہر بانو پر جمی تھیں۔

وہ کچھ فاصلے پر تھیں جب ان کے قدموں کی لڑکھڑاہٹ محسوس کرتے ابر برق رفتاری سے انکی جانب بڑھی تھی۔'تو یہ ہیں ان کی صاحبزادی'زین نے ابر کے چہرے پر موجود تاثرات سے اندازہ لگایا۔وہ مسلسل کچھ بڑبڑاتی ہوئی انھیں کرسی کی جانب لے جا رہی تھی اور شہر بانو اپنی صفائی میں بمشکل دو تین لفظ کہہ پائی تھیں۔

www.novelsclubb.com

زین ان پر ایک آخری نگاہ ڈال کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔اتنی خدمت خلق اگلے کچھ ماہ کیلئے کافی تھی۔چہرے پر چھائی فکر مندی اور نرمی کہیں دور جاسوئی تھی۔وہ واپس اپنے خول میں سمٹ چکا تھا۔زین کے بارے میں وثوق سے مفروضے قائم کرنے والی دنیا اس کے اصل سے واقف نہیں تھی۔ان کا یقین کچھ نہیں تھا سوائے وہم کے ارتقا کے

گاڑی گھر کے پورچ میں آکر ٹھہر چکی تھی۔چوکیدار گیٹ بند کر کے بھاگتا ہوا گاڑی تک پہنچا۔گاڑی کا دروازہ کھول کر شہر بانو کو اترنے کا رستہ دیا۔

''منصور بابا! سائرہ آئی ہے کیا؟''ابر نے اپنی طرف کا دروازہ بند کرتے پوچھا

''جی بی بی۔ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی واپس آئی ہے''

ابر سر ہلا کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔

www.novelsclubb.com

''اب کب تک یوں منہ بنائے گھومتی رہو گی؟ناراض تو مجھے تم سے ہونا چاہیے کہ تم نے مجھے زین کے بارے میں نہیں بتایا لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے۔''

شہر بانو کو اپنا یوں نظر انداز ہونا سخت کھلا تھا۔

''میں ناراض نہیں ہوں'' مختصر جواب

''ماں کے منہ پر جھوٹ بول رہی ہو؟میں نے جنا ہے تمہیں۔تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔'' شہر بانو نے اپنی چادر اتاری اور ابر کو دیکھا جو اسود کو لئے سائرہ کی جانب بڑھ رہی تھی ''زین ایک نہایت سلجھا ہوا اور شریف بچہ ہے کیا ہو گیا جو میں نے اسکو گھر ڈنر پر بلا لیا؟'' وہ چادر کو تہہ لگاتے ہوئے کہہ رہی تھیں

''سلجھا ہوا اور شریف!ذرا جو آپ اس سلجھے ہوئے بچے

کی گل فشانیاں سن لیں تو کانوں کو ہاتھ لگائیں۔امی آپ ایسے کیسے کسی انسان پر اتنا بھروسہ کر سکتی ہیں کہ صرف دو بار ملنے پر اسے گھر کا اڈریس تھما دیا اور ساتھ میں ڈنر کی دعوت بھی دے دی۔'' اسکے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا'' اگر زین کی جگہ

وہاں کوئی چور ڈاکو ہوتا تو اسکی تو لاٹری لگ جاتی۔آپ ایک وکیل کی ماں ہیں ایسے گلی کوچوں میں ملنے والوں کو گھر کا پتہ بانٹنا کتنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے آپ کو معلوم ہے ؟" وہ شعلہ جوالہ بنی سوال کر رہی تھی

"خیر اب اتنی بھی جیمز بانڈ نہیں ہو تم" شہر بانو کا پر سکون انداز میں کیا گیا تبصرہ ابر کو انگاروں پر لوٹا گیا۔

"جی میں جیمز بانڈ نہیں ہوں اور مسٹر انڈیا آپ کا وہ زین بھی نہیں ہے۔" ابر نے دانت کچکچائے

"تم کیا اس بیچارے کے پیچھے ہی پڑ گئی ہو؟ ماں ہوں میں تمہاری۔یہ میرا گھر ہے۔ جس کو دل چاہے گا اسے ڈنر پر بلاؤں گی۔چار کیس کیا حل کر لئے تم نے مجھے ہی نصیحتیں کرنے لگی ہو،اپنی ماں کو۔اچھے برے کی سمجھ ہے مجھ میں یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کئے" خفا خفا سے انداز میں جتایا گیا۔

''جی جی آپ اتنی سمجھ دار ہوتیں تو بابا جاتے وقت مجھے آپ کا خیال رکھنے کی تلقین نہ کرتے'' ابر سوچ کر رہ گئی۔ ''میری بھولی ماں !اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے۔ادھر میری طرف تو دیکھیں'' اسنے آگے بڑھ کر شہر بانو کا رخ اپنی جانب موڑا۔ ''آپ لوگوں پر بہت جلدی ٹرسٹ کر لیتی ہیں امی اور یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ایک عرصہ نیرہ چچی آپ کی اس بات کا فائدہ اٹھاتی رہی ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ ہمیں ویسا ہی کوئی نقصان دوبارہ اٹھانا پڑے۔'' ابر انکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبائے سمجھا رہی تھی۔ شہر بانو نے اسکے شفاف چہرے کی جانب دیکھا جہاں محبت اور فکر کے علاوہ اور کوئی جذبہ نہ تھا۔بلاشبہ اسنے چھوٹی سی عمر میں بہت بڑے بڑے مسائل جھیلے تھے۔ابر المیر اپنے سے جڑے لوگوں کے لئے ڈھال تھی۔ ایک مضبوط ڈھال۔

''کیا چاہتی ہو پھر ؟ معافی مانگوں تم سے'' شہر بانو نے نرمی سے پوچھا

''بلکل نہیں! میں چاہتی ہوں کہ آپ لوگوں پر یوں اندھا اعتبار کرنا چھوڑ دیں''

جواباً ابر نے اسی نرمی سے کہا تھا

''مطلب تمہاری طرح بن جاؤں؟ آتے جاتے ہوا کے جھونکوں پر شک کروں؟ راتوں کو اٹھ اٹھ کر کھڑکیوں اور دروازوں کے لاک چیک کروں؟ سگنل پر رکی گاڑیوں کی نمبر پلیٹس ازبر کروں یا ایک ملازم رکھتے ہوئے بھی اسکی سات نسلوں کا بیک گراؤنڈ چیک کرواؤں؟'' ابر کو آج معلوم ہوا تھا کہ اسکی ماں اتنی انجان بھی نہیں تھی جتنا وہ خود کو ظاہر کرتی تھی۔ چہرے پر خود بخود مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''اگر سوال آپ کے خاندان کا ہو تو ہاں'' ابر تسلی سے کہتی اٹھ گئی

''اپنی زندگی کو اتنا مشکل مت بناؤ ابر'' ان کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ ابر نے گردن گھمائی

''اب آسانیوں میں جینے کی عادت نہیں رہی امی''

شہر بانو نے افسوس سے اسے سیڑھیاں چڑھتے دیکھا۔ وہ خود کو تھکا رہی تھی۔ وہ اپنے لئے اتنی سنگ دل کیوں تھی۔ ''المیر آپ نے جاتے جاتے میری بیٹی کے کندھوں پر بہت بھاری بوجھ لاد دیا ہے'' تکلیف نئے سرے سے سر اٹھانے لگی۔ کیا اپنی بیٹی کے خوشحال مستقبل کے خواب خواب ہی رہ جائیں گے۔ ابر پر ذمہ داریوں کا بوجھ کم نہ تھا اور ذمہ داریاں نبھانی بہت مشکل ہوتی ہیں۔

''اب کیا ہوگا؟ یہ سب تو بھوسے کے ڈھیر میں سوئی ڈھونڈنے کے مانند ہے'' ابر ٹیبل سے کافی کا بھاپ اڑاتا مگ اٹھا کر بالکنی میں جا کھڑی ہوئی۔ ٹھنڈی ہوا کے

جھونکے اسکا وجود منجمند کرنے لگے تھے۔ فون کان اور کندھے کے درمیان دبائے وہ پریشان دکھائی دے رہی تھی

"میں تو کہتا ہوں اس نوریز کو ہی ٹارچر کر کے جھوٹا بیان لے لیتے ہیں اور تو کوئی راستہ نظر نہیں آتا" سپیکر سے ہلیل کی کوفت زدہ آواز سنائی دی

"تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے؟" غصیلی نظریں دور کسی روشنی پر منجمند تھیں "میں واقعی پریشان ہوں ہلیل" اسکا لہجہ خطرناک حد تک سنجیدہ تھا

"میں بھی سیریس ہوں یار، ڈیڈ سیریس! تمہارے پاس کوئی بہتر آئیڈیا ہے تو بتاؤ۔ ہم نہیں جانتے یہ آر گھس کون ہے اور بالاج سے کیا چاہتا تھا۔ ہمارے پاس کوئی لیڈ نہیں ہے۔ کہاں سے ڈھونڈیں ثبوت اور کہاں سے لائیں گواہ؟ میری بات مانو" وہ چندپل رکا "میڈیا والوں کو بھی ابھی تک آر گھس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں، دنیا کی نظروں میں نوریز ہی بالاج کا قاتل ہے۔ میں اسکی دوسری بیوی کو جہلم سے

غائب کروا سکتا ہوں کسی کو کچھ معلوم نہیں ہوگا اور وہ زین اور ضامنہ ! انھیں الو بنانا میرا کام ہے. بولو پھر کیا کہتی ہو؟" ہلیل نے آس بھرے لہجے میں پوچھا

"یو نو واٹ؟" ابر نے رک کر بالکنی سے نیچے کی جانب جھانکا" یو آر دی ورسٹ"

سفاک تبصرے کے بعد فون کاٹ دیا گیا۔ اسنے اس لمحے پر لعنت بھیجی جب دل میں ہلیل سے مشورہ مانگنے کا خیال جاگا تھا۔ **ہلیل ایدن لوگوں کو خوشی میں غمگیں اور پریشانی میں مزید پریشان کر دینے کی نادر صلاحیت رکھتا تھا۔**

وہ اگلے کچھ لمحے بالکنی میں کھڑی لمبے لمبے سانس لیتی رہی۔ ہر آتے جاتے سانس کے ساتھ منہ سے نکلتا سفید دھواں ہوا میں تحلیل ہو جاتا۔ سیاہ آسمان پر پورا چاند روشن تھا ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ٹھنڈ بڑھ رہی تھی۔ اسنے مگ سے کافی کا گھونٹ بھرا لیکن بے ساختہ چہرے کے زاویے بگڑے۔ کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ پہلے سے پریشان ذہن کو ہلیل کی باتوں نے مزید الجھا دیا تھا۔ اسنے بالکنی کا دروازہ بند کر کے سٹڈی ٹیبل کا رخ کیا جہاں لیپ ٹاپ کی سکرین روشن تھی۔ سفید روشنی

اسکے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ کس نے سوچا تھا کہ یہ کیس اسکی زندگی کا عذاب بن جائے گا۔ ابر نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر گھٹنے سینے سے لگا لئے۔ گودام سے بالاج کی لاش ملنا، لاش پر موجود نوریز کے فنگر پرنٹس، بالاج کی گردن پر آر گھس کا سیگنیچر، نوریز کی گرفتاری، اسکا دیا بیان، نوریز کے جہلم میں ہونے کی تصدیق سارے واقعات میں آر گھس کے خلاف کوئی ایک بھی ثبوت نہیں تھا۔ ہر راہ مسدود تھی۔ آر گھس ایک سراب تھا۔ یہ کیس بھول بھلیاں تھی اور وہ سب اس بھول بھلیاں میں گم ہو چکے تھے۔

ابر نے خیالات کو پس پشت ڈال کر لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلائیں۔ مطلوبہ فولڈر ملتے ہی چند کلکس کی آواز ابھری۔ سکرین پر حرکت ہوئی۔ وہاں بالاج کے اغواء کے دن کی سی سی ٹی وی فوٹیج چلتی دکھائی دے رہی تھی۔ جس میں ہوتی تمام حرکات ویسی ہی تھیں جیسی وہ پچھلی چار بار دیکھ چکی تھی۔ نیلی شرٹ کی ہم رنگ پینٹ زیب تن کئے بالاج نچلی منزل پر آتا نظر آرہا تھا۔ چند پل گزرے۔ مال کی نچلی منزل کے

احاطے میں سیاہ کیپ پہنے ہوئے ایک شخص داخل ہوا۔اس شخص کے قدم بالاج سے کچھ فاصلے پر رک گئے تھے۔اسکے سر پر موجود کیپ اسکا چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔ بالاج کے لب ہلتے دکھائی دیئے اور پھر اسنے خود اس آدمی کی جانب قدم بڑھائے تھے۔وہ کہیں سے بھی خوفزدہ نہیں لگ رہا تھا۔اسکے تاثرات میں کوئی بدلاؤ نہیں تھا۔کچھ لمحوں کے بعد وہ ایک ساتھ ایگزٹ کی طرف جاتے دکھائی دیئے۔اس بچے کو ڈرایا دھمکایا نہیں گیا تھا نہ ہی اس کے ساتھ کوئی زور زبردستی ہوئی تھی۔ بالاج کا اس آدمی کو دیکھ کر چونکنا پھر اسکی طرف قدم بڑھانا۔وہ اس آدمی کو جانتا تھا۔ بالاج اپنے اغواء کار کو پہلے سے جانتا تھا۔ابر کا ذہن پلان ترتیب دینے میں مصروف تھا۔اگر ان کے پاس کوئی لیڈ نہیں تھی تو انھیں وہ لیڈ خود تلاش کرنی تھی۔ ثبوت آسمان سے نہیں گرنے والے تھے۔ گواہ خود بخود جنم نہیں لینے والے تھے۔

www.novelsclubb.com

بھوری آنکھیں ساکت تھیں۔ دونوں ہاتھوں سے کنپٹیوں کو مسلتے اسنے فون اٹھایا۔

وہ کال ملا رہی تھی۔ اسے۔۔۔۔ جس نے اسکی ہر مصیبت کو ہمیشہ آسان کر دیا تھا۔

چوتھی بیل پر کال اٹھالی گئی۔ ضعیف سی آواز سپیکر پر ابھری۔

''سر مجھے آپ کی مدد چاہیے'' آواز کو حد درجہ دھیمار کھ کر کہا گیا۔

''مجھے لگا تھا آج تم نے پراسیکیوٹر بن کر نہیں، میری بیٹی بن کر کال کی ہے پر تم نے آج بھی مجھے غلط ثابت کر دیا۔'' ابرانکی دھیمی سی مسکراہٹ کو فون کے اس پار بھی محسوس کر سکتی تھی۔

''کہیے کیا مدد چاہیے''

وہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ ابر چند لمحے الفاظ مجتمع کرتی رہی

''ثبوت چائیں!''

''کس کے خلاف؟'' متوازن لہجے میں جواب طلب کیا گیا

''ایک ان دیکھے وجود کے۔ایک ایسے شخص کے خلاف ثبوت جس نے خود کو ان گنت پردوں میں چھپا رکھا ہے''بھوری آنکھوں کی روشنی مدھم پڑ چکی تھی

''تو اس میں کیا مشکل ہے؟ اسکے وجود پر پڑے پردے ہٹا دو''ان کے لہجے میں بلا کا اطمینان تھا۔ابر نے سامنے پڑے پین کو اٹھا کر کورے کاغذ پر چند لفظ گھسیٹے

''کس بنا پر؟ ہمارے پاس اسکے خلاف کوئی انفارمیشن ہی تو نہیں ہے۔''پر سوچ انداز میں اپنا ڈر ظاہر کیا گیا

''آپ کو کیا لگتا ہے؟ ایک ایسا شخص جو خود کو ان گنت پردوں میں چھپا کر رکھتا ہے وہ ایک انسانی لاش یونہی منظر عام پر چھوڑ دے گا؟''وہ انکے معاملہ سمجھنے پر حیران نہیں ہوئی تھی لیکن ان کا سوال ابر پر کسی تیر کی طرح برسا تھا

''بڑے بڑے سیریل کلرز بھی اپنی زندگی کے کسی نہ کسی مقام پر کوئی بلنڈر کر دیتے ہیں اور بلکل صفائی سے کئے گئے اس قتل میں جہاں آپ کے پاس قاتل کے خلاف ایک بھی ثبوت نہیں وہیں لاش کا اتنی آسانی سے مل جانا یہ کچھ ہضم نہیں

ہوتا۔ کیا یہ سب آپ کو محض اتفاق لگتا ہے وکیل صاحبہ؟" ورق پر قلم گھسیٹتا ہاتھ تھم گیا تھا۔ بھوری آنکھوں کی چمک لوٹنے لگی تھی۔

"آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ قاتل کا لاش کو یوں چھوڑ دینا ایک بلنڈر تھا؟" پین دانتوں تلے دبائے وہ پر سوچ انداز میں کہہ رہی تھی

"اس پورے کیس کو دو رخ دیئے جا سکتے ہیں۔ اول... بالاج قاتل کا پہلا وکٹم نہیں تھا۔ جس مہارت سے قتل کیا گیا وہ کوئی اناڑی نہیں کر سکتا۔ دوم۔۔۔ یہ اس شخص کا پہلا قتل تھا جسکی بھرپور پلاننگ کے باوجود وہ آخر میں گڑبڑ کر گیا۔" وہ سانس لینے کو رکے "تمہیں کون سی صورتحال درست لگتی ہے؟" آنکھوں کے آگے چھائی گرد ہٹنے لگی تھی۔ جواب ملنے لگے تھے۔

"بالاج کے جسم پر جابجا تشدد کے نشانات تھے اور وہ تشدد عام نہیں تھا۔ پہلی بار قتل کرنے والا جتنی بھی پلاننگ کے ساتھ قتل کیوں نہ کرے وہ اتنا بے حس نہیں ہو سکتا کہ ایک سولہ سال کے بچے کے جسم سے اعضاء الگ کر دے۔ اس بچے کے

جسم پر موجود زخموں کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے۔۔۔۔ جیسے کسی ماہر مجسمہ ساز کی تخلیق ہو۔ مجھے یہ اس کا پہلا قتل نہیں لگتا۔ لیکن!" آخری لفظ مدھم سی آواز میں کہا تھا

"لیکن کیا؟" میکانکی انداز میں پوچھا گیا

"آپ آر گھس کے بارے میں تو جانتے ہوں گے" وہ پوچھ رہی تھی شکوہ کر رہی تھی یا جتا رہی تھی کہنا مشکل تھا

"میرے اپنے ذرائع ہیں وکیل صاحبہ"

مطلب وہ جانتے تھے۔ ابر نے گہرا سانس بھرا۔ اب کیسے اور کیوں پوچھنا بے سدھ تھا۔

"ایک طرف آر گھس خود کو دنیا کی نظروں سے اوجھل رکھنا چاہتا ہے اور دوسری طرف وہ بالاج کی لاش کے ساتھ اتنی لاپرواہی برتتا ہے۔ بات سمجھ سے باہر ہے." اسکی پیشانی شکن آلود ہوئی۔

"یہاں بات ایک قاتل کی ہو رہی ہے۔" انہوں نے یاددہانی کروائی "اور قاتلوں کی منطق سمجھنا کوئی آسان کام نہیں" ابر نے سمجھ کر سر اثبات میں ہلایا۔یوں جیسے وہ آمنے سامنے ہوں۔فون کان سے ہٹا کر وقت دیکھا۔15 منٹ! وہ ضرورت سے زیادہ وقت لے چکی تھی۔

"شکریہ"

www.novelsclubb.com

کہہ کر کال منقطع کر دی گئی۔ جسٹس جواد اسکے محسن تھے۔ان کا رشتہ لفظوں کی قید سے آزاد تھا۔وہ خود بھی جانتی تھی کہ وہ مدد کیلیئے سب سے پہلے جسٹس جواد کو ہی پکارے گی اور جسٹس جواد اسکی مدد کریں گے۔پھر چاہے وہ رات کا آخری پہر ہی کیوں نہ ہو۔

دنیا صرف اس ابرالمیر کو جانتی تھی جو چٹکی بجاتے مسائل کا حل ڈھونڈ نکالتی تھی۔ اسکو جاننے کے دعوے کرتی یہ دنیا اسکے اصل واقف نہیں تھی۔لوگوں کا یقین، وہم سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔

اسکا ذہن اب نیا لائحہ عمل تیار کر رہا تھا۔آر گھس کا اندھیروں کا سفر ختم ہونے والا تھا۔بہت جلد وہ دنیا کی نظروں میں آنے والا تھا۔اسے پرواہ نہیں تھی کہ اس میں اسکا کیا نقصان ہونے والا تھا۔وہ اپنے فیصلے پر اٹل تھی۔آر گھس کا زوال شروع ہونے کو تھا اور اس زوال کی گواہ ایک دنیا ہو گی۔

www.novelsclubb.com

وہ بھول گئی تھی۔۔۔بھول گئی تھی کہ بھول بھلیاں میں چلتے رہنے والوں کو کبھی نہ کبھی درست سمت مل جاتی ہے لیکن ایک جگہ جمود اختیار کر لینے والوں کو اندھیروں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ہماری زندگی بھی ایک ایسی ہی بھول بھلیاں ہے

جہاں حرکت کرتے رہنا آپ کو بچا سکتا ہے

پر جو ٹھہر جائے پھر اس کے مقدر میں

لوگوں کے پیروں تلے روند دیا جانا یقینی ہوتا ہے

---

www.novelsclubb.com

نجانے رات کا کون سا پہر تھا جب سیاہ سیوک ایک شاندار گھر کی ڈیوڑھی میں آکر رکی۔اسے گھر کہنا اس محل کی توہین ہو گی۔

سیاہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اور سرمئی۔۔۔

اس محل کے افراد بھی اسی جیسے تھے۔

محل کے چاروں اطراف لگی سفید آہنی بتیاں رات میں بھی ہر طرف چراغاں کئے ہوئے تھیں۔سیاہ سیوک سے باہر نکلنے والے شخص کی چال مغرور تھی۔ گردن اٹھی ہوئی تھی۔ لیکن چہرہ۔۔۔بے رونق اور تاثرات پژمردہ تھے۔

متناسب چال چلتے اسے ایک دم سے ہوا میں آکسیجن کی کمی محسوس ہونے لگی تھی۔ یونیفارم کی شرٹ کے اوپری بٹن کھول کر سانس ہموار کرنا چاہا لیکن یہ گھٹن تو زندگی کے ساتھ ہی ختم ہونے والی تھی۔

نظر اوپری منزل کی کھڑکی کی جانب اٹھی تھی۔جہاں کا منظر نہ پہلے تبدیل ہوا تھا نہ آج۔ کھڑکی سے جھانکتی ان آنکھوں میں کوئی جذبہ نہیں تھا۔ہلیل روز کی طرح

چہرہ اوپر کیئے ان آنکھوں میں جھانکتا رہا۔وقت کی کتنی ساعتیں گزریں اسے معلوم نہ ہو سکا۔کچھ ہی دیر بعد وہ وجود وہاں سے ہٹ چکا تھا۔آنکھوں کی ویرانی میں اضافہ ہوا۔اسنے سر جھٹک کر اندر کا رخ کیا۔

وہ محل باہر سے جتنا خوبصورت تھا اندر سے اس سے کہیں گنا زیادہ شاندار تھا۔جابجا دیوار گیر آئینے نصب تھے۔ایک آئینے کے سامنے سے گزرتے اسکے قدم تھم گئے۔ آئینے میں نظر آتا وہ چہرہ اسکا تھا؟ وہ چندپل ساکت رہ گیا۔یہ بجھی ہوئی آنکھیں اور مایوسی میں ڈھلے لب۔یہ وہ ہلیل نہیں تھا جو لوگوں کو لاجواب کر دیتا تھا۔جس سے ایک دنیا خوف کھاتی تھی۔

www.novelsclubb.com

ہلیل ایدن کو جاننے کے دعوے کرنے والوں کا یقین محض انکا وہم تھا۔

قدموں کی آہٹ پر اسنے چہرہ موڑا۔آنے والی نے سست روی سے ہلیل تک کا راستہ طے کیا۔ہلیل کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔وہ اسکے بالکل قریب آکر رک

گئی۔ہلیل نے دائیں بازو سے اسکے گرد حصار باندھا۔سویرا نے نروٹھے انداز میں اسکے سینے پر سر ٹکایا۔مانو احسان کیا ہوا۔ہلیل کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

''سوئی کیوں نہیں''ہلیل نے کھنکھار کر پوچھا لیکن مقابل نے کوئی اثر نہ لیا۔

''ناراض ہو؟''اسنے پہلا سوال نظر انداز ہوتے دیکھ دوسرا سوال داغا

وہ خاموشی سے آئینے میں نظر آتا عکس دیکھ رہی تھی۔لاپرواہ بنی وہ اور اسے منانے کے جتن کرتا ہلیل۔یہ منظر کتنا مکمل تھا

''آپ کیا دیکھ رہے تھے؟''اسکا انداز تفتیشی تھا

''میں!۔۔۔۔میں دیکھ رہا تھا کہ تمہارا بھائی بوڑھا ہو گیا ہے''شرارت سے بھرپور لہجہ۔مقابل کے چہرے پر واضح ناپسندیدگی آٹھہری۔

''بہت فضول جوک تھا۔''اسنے برا سا منہ بنایا

www.novelsclubb.com

''سچ کہہ رہا ہوں، یقین نہیں آتا تو یہ دیکھو'' وہ اسے لے کر آئینے سے چند قدم قریب ہوا ''ایک نہیں دو نہیں تین تین سفید بال دکھائی دے رہے ہیں'' وہ سر پر ہاتھ ٹکائے سفید بالوں کی جانب اشارہ کر رہا تھا۔ سویرا نے صدمے سے ان سفید بالوں کو دیکھا۔

''بوڑھے ہوں آپ کے دشمن، تین سفید بالوں سے بھلا کیا ہوتا ہے؟ صبح ہی جا کر اچھا سا ہئیر کلر لے کر آتی ہوں آپ کے لئے'' اسنے ہلیل کے سلیقے سے جمے بال بگاڑے جس سے وہ تین سفید بال کہیں گم ہو گئے تھے۔

''اب ہئیر کلر نہیں بھابھی ڈھونڈو اپنے لئے'' وہ شرارتاً کہتا آئینے کی طرف متوجہ ہوا۔ جہاں مایوس چہرے کی جگہ مسکراتے ہوئے چہرے نے لے لی تھی۔

''ہاں میں ڈھونڈ لوں بھابھی تا کہ یوں سارا دن آپ کا انتظار کرنے والوں کی تعداد میں ایک اور فرد کا اضافہ ہو جائے۔ کیوں یہی چاہتے ہیں نا آپ؟'' سویرا کی

ناراضگی بھری نگاہیں اسکے چہرے پر جمی تھیں۔ہلیل اسے لے کر اندر کی جانب بڑھا۔

''تو اس لئے مس سویرا ایدن ہم سے ناراض ہے. لگتا ہے آج کچھ زیادہ انتظار کروا دیا میں نے''ہلیل نے محبت سے اپنے سے سات سال چھوٹی بہن کو دیکھا۔جو اس کی فکر میں دن رات گھلتی رہتی تھی۔ہلیل نے کمرے کا دروازہ دھکیل کر اسے اندر آنے کی جگہ دی۔

''آپ بہت برے بھائی ہیں''سویرا ناراضگی سے کہتی اپنے بیڈ پر جا بیٹھی

ہلیل کے بڑھتے قدم وہیں تھم گئے

''برا بیٹا تو تھا ہی۔۔۔اب برا بھائی بھی سہی'' بے بسی سے کہتے اسے وہ کھڑکی سے جھانکتی آنکھیں یاد آئیں۔سویرا کو اپنی بات کی سنجیدگی کا اندازہ ہوا تو چہرے پر پریشانی اور ندامت عود آئی

''میرا وہ مطلب نہیں تھا بھائی۔ میں تو بس۔۔۔'' سویرا نظریں جھکائے انگلیاں چٹخانے لگی

''صبح بات کریں گے'' ہلیل نے زبردستی کی مسکراہٹ اچھالتے قدم واپس لئے۔

''ماما آپ کے ساتھ بہت غلط کر رہی ہیں بھائی۔ وہ آپ کو اس جرم کی سزا دے رہی ہیں جو آپ نے کیا ہی نہیں۔ بابا کی ڈیتھ کے وقت آپکی عمر ہی کیا تھی۔ آٹھ سال کا بچہ کیا کر سکتا تھا اس سچوئیشن میں۔ ماما کو ایک دن اپنے رویے پر بہت پچھتاوا ہو گا۔ آپ دیکھیے گا۔'' وہ لب کاٹتی خود کو رونے سے باز رکھے ہوئے تھی۔ ہلیل نے اسکے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھا اور پھر وہ خود کو سویرا کی جانب بڑھنے سے روک نہیں سکا تھا۔ ہلیل نے بیڈ پر اسکے برابر بیٹھتے اسکا چہرہ اپنی جانب موڑا جہاں آنکھوں میں تیرتے موٹے موٹے آنسو باہر نکلنے کو بے تاب تھے۔

''غلطی نہ ماما کی ہے نہ میری اور نہ ڈیڈ کی۔۔۔ وہ سیچوئشن ہی ایسی تھی۔ میں ماما کو قصوروار نہیں ٹھہرا سکتا ویرا۔۔۔ وہ اپنی جگہ حق پر ہیں۔ اگر اس دن میں ہمت کر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کے اس گن کاٹریگر دبا دیتا تو آج ڈیڈ ہمارے ساتھ ہوتے۔ مام اپنے پیروں پر چل پاتیں۔ ہم ایک نارمل فیملی کی طرح زندگی گزار پاتے۔۔۔ میری چند سیکنڈز کی دیر نے ہم سے ڈیڈ کو چھین لیا۔" ہلیل کی آواز آخر میں کپکپائی تھی۔ سویرا اس کے کندھے پر سر ٹکائے رونے میں مصروف تھی۔

ماضی:

وقت کا وہ ستم ہلیل ایدن کو بھولے نہ بھولتا تھا۔

ترکی میں عید کا دوسرا دن اپنے اختتام کو تھا۔ آٹھ سالہ ہلیل سکیٹ بورڈ پر سارے گھر میں چکر لگاتا دکھائی دے رہا تھا۔ یہ سکیٹ بورڈ اسے گزشتہ رات اسکی سالگرہ کا تحفہ ملا تھا۔ راکنگ چیئر پر براجمان ایدن یلماز کتاب کے اوراق پلٹنے میں مصروف

www.novelsclubb.com

تھے۔ چہرے کے نقوش سے لے کر آنکھوں کی رنگت اور قد کاٹھ۔۔۔ہلیل ایدن نے سب اپنے باپ سے چرایا تھا۔ وہ آدھا ترک تھا لیکن ماں سے اسے صرف تیز مزاجی ہی ملی تھی۔ ایدن یلماز ترکی کے ایک کامیاب بزنس مین تھے۔ جنین احسن سے ان کی ملاقات ایک بزنس ٹوور کے دوران ہوئی تھی۔

پسندیدگی کہیں یا پہلی نظر کی محبت جو بھی تھا یک طرفہ نہیں تھا۔ لمبی خاندانی تکرار کے بعد بالآخر ایدن اور جنین رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے تھے۔ ایدن یلماز جتنے ٹھنڈے مزاج کے مالک تھے جنین اتنی ہی ضدی اور بات بات پہ آپے سے باہر ہو جانے والی خاتون تھیں۔ وقت گزرا، مشکل ہوتی زندگی کو ہلیل اور سویرا نے آسان بنا دیا تھا۔

www.novelsclubb.com

”اللہ کی پناہ! ہلیل بس کر دو۔۔۔ تمہیں یوں پنڈولم کی طرح چکر کاٹتے دیکھ میرا سر دکھنے لگا ہے۔“

جنین کی کوفت زدہ سی آواز پر ایدن نے کتاب سے سر اٹھایا۔

''ماما عید کے دن تو بس کر دیں'' آٹھ سالہ ہلیل نے منہ بسورا

''گزر چکی عید۔۔۔اب اپنا سکیٹ بورڈ اٹھاؤ اور جا کر سو جاؤ۔ بارہ بجنے کو آئے ہیں۔'' جھولی میں سوئی چھ ماہ کی سویرا کو تھپکتے آواز کو حد درجہ دھیمار کھا گیا۔ ہلیل نے برا منایا تھا۔ آس بھری نظریں لئے ایدن یلماز کو دیکھا۔ جنہوں نے کندھے اچکا کر کوئی بھی مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

''جا رہے ہو یا مجھے اٹھنا پڑے گا؟'' جنین نے اسے وہیں بت بنا دیکھ دانت پیسے

''آپ ویرا کو مجھے دے دیں میں چلا جاتا ہوں'' ہلیل سکیٹ بورڈ بغل میں دبا کر انکی جانب بڑھا۔ محبت سے لبریز آنکھیں اس ننھے وجود پر جمی تھیں۔

''تم اسے اٹھادو گے۔اتنی مشکل سے تو سوئی ہے'' جنین نے فکر مندی سے سوئی ہوئی سویرا کو دیکھا اور پھر ہلیل کو جس کا چہرہ اتر چکا تھا۔نچلہ ہونٹ باہر لٹکائے وہ رو دینے کو تھا

''اچھا ٹھیک ہے لے جاؤ لیکن اسے اٹھانا مت ورنہ ساری رات تنگ کرے گی۔'' انکا کہنا تھا کہ ہلیل کے بے رونق چہرے پر ایک دم سے بہار لوٹ آئی

''آئی پرامس میں ویرا کو بالکل تنگ نہیں کروں گا'' کہتے اسنے اپنے بازو سامنے پھیلائے۔سکیٹ بورڈ وہیں گر چکا تھا۔جنین نے احتیاط سے سویرا کو اسکے حوالے کیا۔

www.novelsclubb.com

''اب سیدھا اپنے کمرے میں جاؤ اور برش کر کے سو جاؤ۔میں پانچ منٹ بعد آ کے چیک کروں گی،اوکے ؟'' انہوں نے آگے بڑھ کر ہلیل کے ماتھے کا بوسہ لیا۔ہلیل اثبات میں سر ہلاتا سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔

جنین اور ایدن کی مسکراتی نظریں احتیاط سے ایک ایک سیڑھی چڑھتے ہلیل پر جمی تھیں۔ لیکن یہ مسکراہٹیں زیادہ دیر تک قائم نہیں رہی تھیں۔ ایدن یلماز کے فون کی چنگھاڑ نے جہاں جنین کو ساکت کر دیا تھا وہیں وہ خود بھی شش و پنج میں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہ گھنٹی کانوں میں صور پھونکتی سنائی دیتی تھی۔ چند پل کے تذبذب کے بعد فون اٹھالیا گیا۔

''کون بات کر رہا ہے''لبوں کو تر کر کے سوال کیا گیا۔ مقابل کی بات ایسی تھی کہ ان کے پر سکون تاثرات میں انتشار پیدا ہوا۔ ماتھے پر لکیریں نمودار ہوئیں۔ چہرے کی رنگت سفید پڑنے لگی تھی۔

''میں پوچھتا ہوں کون ہو تم؟''انکی آواز میں لرزش تھی

آنکھوں کے کناروں سے دور کھڑی جنین کو دیکھا جو سانس روکے انھی کو دیکھ رہی تھیں۔ مقابل اپنی بات کہہ کر کال منقطع کر گیا۔ وہ کئی لمحے ہیلو ہیلو کرتے رہے لیکن سامنے سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔

www.novelsclubb.com

''کون تھا'' جنین کے لبوں نے مدھم سی سرگوشی کی۔

''رانگ نمبر'' وہ کتاب سائیڈ پر رکھتے اٹھ گئے

''کس کو بیوقوف بنا رہے ہیں؟ مجھے یا خود کو'' انہوں نے رک کر جنین کو دیکھا

''ایک شخص آپ کو قتل کی دھمکی دیتا ہے، آپ کے خاندان کو ختم کرنے کا کہتا ہے اور آپ کہتے ہیں رانگ نمبر؟'' وہ ان سے دو قدم کے فاصلے پر رکیں ''آپ پولیس کو انفارم کریں۔ اپنے اثرورسوخ استعمال کریں۔ اس آدمی کا پتہ لگائیں۔ آپ کیوں اس بات کو اتنا لائٹ لے رہے ہیں'' وہ خوفزدہ تھیں۔ اپنے لئے اپنے خاندان کے لئے۔ ان کالز نے انکی راتوں کی نیند حرام کر رکھی تھی۔

www.novelsclubb.com

''مجھے اس قسم کی کالز پہلی بار نہیں مل رہیں۔ ایسا پہلے کئی بار ہو چکا ہے'' سبز مائل آنکھوں نے سیاہ آنکھوں میں جھانکا. آگے بڑھ کر ان کے گرد بازوؤں کا حصار قائم کیا'' ان کالز کا مقصد صرف میرے اعصاب کو کمزور بنانا ہے۔ نہ مجھے کل کوئی

نقصان پہنچا تھا اور نہ آج پہنچے گا۔ میرا یقین کرو۔'' جنین نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی تسلی پر مان گئی تھی۔

''میں دروازہ لاک کر کے آتی ہوں'' وہ انکا حصار توڑتی دروازے کی جانب بڑھیں۔ ایدن یلماز کی پر سوچ نظریں ان کی پشت پر جمی تھیں۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی زندگی کی سب سے سیاہ رات کا آغاز ہونے والا تھا۔

ڈور بیل کی آواز پر دروازہ لاک کر کے مڑتی جنین اپنی جگہ تھم گئیں

''اس وقت کون ہو سکتا ہے؟'' وال کلاک بارہ بیس کے ہندسوں پر جمی تھی۔ ایدن یلماز کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آ کر گزر گیا۔ وہ دوڑ کر دروازے کی جانب لپکے تھے لیکن۔۔۔۔

''جنین دروازہ مت۔۔۔۔'' سامنے کا منظر دیکھ انکی آواز کئی بیچ میں ہی دب گئی۔ آنکھیں خوف اور بے یقینی سے پھیلیں۔

لمبا تڑنگا ساوجود سائلنسر لگی گن جنین کی کنپٹی پر ٹکائے کھڑا تھا۔ ''کیسے ہیں ایدن یلماز صاحب؟'' نوجوان نے مسکرا کر چند قدم آگے بڑھائے۔ جنین کی سانس حلق میں اٹک چکی تھی۔ وہ چپ چاپ اس کے ساتھ کھنچتی چلی گئیں۔

''دیکھو میری بیوی کو جانے دو۔ تم جو کہو گے میں دینے کو تیار ہوں۔'' انکی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔ چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔ نوجوان قدم قدم چلتا قریب آ رہا تھا۔ بے اختیار انکی نظریں اوپر کی جانب اٹھیں۔ ہلیل۔ سویرا۔ او خدایا ان سے اتنی بڑی غلطی کیسے ہو گئی۔ انہوں نے کیوں جنین کی بات نہیں مانی۔

''نہ نہ نہ ایدن صاحب! جو مجھے چاہیئے وہ آپ خوشی خوشی کبھی نہیں دیں گے'' سلیٹی رنگ کا ماسک چہرے پر چڑھائے وہ وحشیانہ ہنسی ہنسا تھا۔

''میں نے کہانا تم جو چاہو گے میں دوں گا۔'' وہ پیچھے کی جانب قدم اٹھا رہے تھے۔

''جنین! اس سے تمہاری کوئی دشمنی نہیں. اسے جانے دو'' ہر جانب عجیب سی کثافت پھیل گئی تھی۔ انھیں گھٹن ہونے لگی تھی۔ جنین کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ ہر آتے جاتے سانس پر یہ خیال بھاری ہو رہا تھا کہ ابھی اس بندوق سے نکلا لوہا ان کی زندگی پر آخری مہر لگا دے گا۔

''دشمنی تو میری ماں اور بہن کی بھی نہیں تھی تم سے. لیکن انہوں نے تمہارے غلط فیصلے کا خمیازہ اپنی موت کی صورت میں بھگتا۔ میرا باپ ایڑھیاں رگڑ تار گڑ تا مر گیا۔ اسے کسی نے نوکری نہیں دی۔ قرضہ اتنا بڑھا کہ میری ماں اور بہن نے ایسی زندگی پر موت کو چن لیا۔ تم!!!!! تم ایدن یلماز۔۔۔ تم نے مجھ سے میرا خاندان چھینا تھا آج میں تمہارا وہی احسان سود سمیت چکانے آیا ہوں۔'' اسکی بلند ہوتی آواز کے ساتھ جنین کو گن کی نال اپنی کھوپڑی میں گھستی محسوس ہوئی۔ انکی سسکیاں بلند ہونے لگی تھیں۔

www.novelsclubb.com

''تمہاری ماں اور بہن کی موت کی وجہ میں نہیں تمہارا باپ تھا۔اس نے میری کمپنی میں لاکھوں نہیں کروڑوں کا غبن کیا۔میں نے وہی کیا جو کوئی بھی بزنس مین کرتا۔تمہارا باپ جس بھی کمپنی میں جاتا اسے ڈبو کر ہی باہر نکلتا۔اپنے باپ کے کرتوتوں کا الزام دوسروں کو مت دو عون''انہوں نے چند قدم مزید پیچھے لئے تو کچن کاؤنٹر پر پڑا مگ انکی کہنی سے ٹکرا کر زمین بوس ہو گیا۔وہ اس نوجوان کو بہت پہلے پہچان چکے تھے۔

''چند ٹکوں کا نقصان انسانی جان سے بہت کم ہوتا ہے ایدن یلماز اور آج یہ بات تم خود تسلیم کرو گے۔''

www.novelsclubb.com

اسنے پھنکار کر کہتے چہرے پر چڑھایا ماسک ہٹا دیا

''جانتے ہو یہ کیوں ہٹایا ہے؟''وہ تنفر سے مسکرایا''کیوں کہ میرے چہرے کی شناخت کرنے کے لئے تمہارے خاندان کا کوئی بھی فرد زندہ نہیں بچے گا۔''جنین نے آنسوؤں سے تر آنکھیں موند لیں۔مسلسل ہلتے لب کلمہ دہرا رہے تھے۔

نیچے سے آتی آوازوں پر ہلیل نے منہ کمبل سے باہر نکالا۔آنکھوں میں نیند دور دور تک نہ تھی۔آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا تھا لیکن جنین ابھی تک اسے دیکھنے نہیں آئی تھی۔شیطانی مسکراہٹ چہرے کا احاطہ کر گئی۔اسنے دبے قدموں سے دروازے کا رخ کیا۔نیچے سے آتی آوازوں میں دروازے کا ہینڈل گھمانے کی آواز کہیں دب گئی تھی۔وہ بے حد آہستگی سے سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔آوازیں بلند ہونے لگیں۔اسنے ذرا سا آگے ہو کر نیچے کی جانب جھانکا۔جو منظر اسکی آنکھوں نے دیکھا وہ منظر شاید وہ کبھی اپنی یاداشت سے مٹا نہیں پایا تھا۔ایک انجان کی گرفت میں اسکی روتی تڑپتی ماں اور بے بس کھڑا باپ۔وہ چھوٹا تھا لیکن اتنا چھوٹا بھی نہیں کے صورتحال سمجھ نہ پاتا۔انجان شخص کی پشت اسکی جانب تھی۔ہلیل نے تھوک نگل کر لڑکھڑاتے قدموں سے ایک سیڑھی کا فاصلہ طے کیا۔دل پوری

www.novelsclubb.com

رفتار سے حرکت کر رہا تھا۔ ہر قدم پر ٹانگیں مزید بے جان ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔

ایدن کی نظریں سیڑھیوں کی جانب اٹھیں اور رہی سی امیدیں بھی دم توڑ گئیں۔ مٹھیاں بھینچے چپ چاپ سیڑھیاں اترتا ہلیل ان کے دل کو بند کر دینے کیلئے کافی تھا۔

انہوں نے آنکھوں کے کنارے سے آگے پیچھے نگاہ دوڑائی۔ ہاتھ سے کچھ ہی فاصلے پر خالی جگ رکھا تھا۔ ہلیل کا ان سے فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ وقت محدود تھا۔

سوچنے کی مدت ختم ہو چکی تھی۔ اب یا تو آر تھا یا پار۔

ایک گہرا سانس لے کر وہ پھرتی سے جگ کی جانب بڑھے اور ایک سیکنڈ کی دیر لگائے بغیر وہ جگ عون کے ماتھے سے ٹکرایا تھا۔ گن والے ہاتھ پر اس کی گرفت کمزور پڑی اور وہ دو تین پلٹنے کھاتی سیڑھیوں کے قریب جا گری۔ اگلے چند لمحے جیسے فاسٹ فارورڈ کر دیئے گئے ہوں۔ جنین فرش پر اوندھے منہ گری تھیں۔

ایدن یلماز نے ہلیل کو پکارا "گن اٹھاؤ ہلیل" انکی آواز بے حد اونچی تھی۔ عون کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا وہ گن اٹھانے کیلئے نہیں بھاگا تھا۔ اسنے دھلے ہوئے برتنوں میں پڑی چھری کو جھپٹا۔ ایدن یلماز اسکو جنین کی طرف بڑھتا دیکھ سن رہ گئے۔ عون نے جنونی انداز میں چاقو جنین کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ ایدن برق رفتاری سے اس تک پہنچے۔ وہ عون کو پیچھے کی جانب گھسیٹ رہے تھے لیکن وہ کسی بپھرے ہوئے جانور کی طرح جنین کی ٹانگوں پر پے در پے وار کر رہا تھا۔ ہلیل کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے وہ لرزتے قدموں سے نیچے اترا۔ گن کا سائلنسر نجانے کہاں جا گرا تھا۔ ہلیل نے شرٹ کے بازو سے آنکھوں سے رواں آنسو صاف کئے۔ جنین کی دلخراش چیخیں سارے گھر میں گونج رہی تھیں۔ فرش پر خون پھیلتا جا رہا تھا۔ ایدن یلماز عون کو روکنے میں ناکام ہو گئے تھے۔ جنین کے نچلے دھڑ اور ٹانگوں پر چاقو سے ان گنت وار کئے گئے تھے۔

www.novelsclubb.com

''شوٹ ہم ہلیل ! ڈیم اٹ۔۔۔آئی سیڈ شوٹ ہم'' ایدن ہلیل کو گن تھامے دیکھ دہاڑے۔ہلیل نے کپکاتے ہاتھوں اور دھندھلی ہوتی بصارت کے ساتھ عون کا نشانہ لیا۔ہاتھوں کی لرزش حد سے سوا تھی۔یہ سب ایک ڈراؤنا خواب تھا۔ہلیل نے خود کو یقین دلایا۔

عون نے ایدن کو ایک جھٹکے میں خود سے دور کیا۔اسکی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ وہ ایک جست میں ایدن تک پہنچا۔عون کا چاقو والا ہاتھ ان کے سینے پر عین دل کے مقام پر آٹھہرا۔وہیں فضا گولی چلنے کی آواز سے گونج اٹھی۔ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ۔۔۔۔فائرز کی آواز تھم گئی تھی لیکن گن کے ٹریگر پر جما ہلیل کا ہاتھ ابھی بھی حرکت میں تھا۔اب وہاں کوئی آواز نہیں تھی۔وہاں پڑا اسکیٹ بورڈ سرخ رنگ میں رنگ چکا تھا۔ہلیل آگے بڑھا۔۔۔جنین بند ہوتی آنکھوں سے اسے ایدن کی جانب بڑھتا دیکھ رہی تھیں۔اسنے دیر کر دی تھی۔چاقو انکے دل کے مقام کو چیرتا

www.novelsclubb.com

ہوا باہر نکل گیا تھا۔ چھ میں سے پانچ گولیاں عون کے جسم کو تار تار کر گئی تھیں اسکا جسم چند جھٹکے کھا کر ساکت ہو گیا اور اسکے جسم کے ساتھ ہی ہر شئے ساکت ہو گئی۔

کچن کاؤنٹر پر جا بجا خون کے چھینٹے تھے۔ ہلیل کو اپنی آنسوؤں سے بھری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتا محسوس ہونے لگا۔ جو آخری منظر اسکی آنکھوں میں محفوظ ہوا وہ اسکے باپ کا بے جان وجود اور اسکی ماں کی بند ہوتی آنکھیں تھیں۔ بے جان ہو کر گرتے ہوئے اسکا سر کس نوکیلی چیز سے ٹکرایا اسے معلوم نہ ہو سکا۔

ہلیل ایدن کی سالگرہ کا اختتام بہت یادگار طریقے سے ہوا تھا اور یہ یادگار وہ مرتے دم تک نہیں بھولنے والا تھا۔

حال:

ننھی سویرا کے زار و قطار رونے کی آوازیں۔۔۔

دھڑ دھڑ دروازہ پیٹے جانے کا شور۔۔۔

سائرن کی آواز اور خون میں لت پت وجود۔۔۔

حال میں ویسا کچھ بھی نہیں تھا۔

ہلیل نے سویرا کے بال سہلا کر ماتھے کا بوسہ لیا۔ وہ اپنے ڈیڈ کو مرنے سے نہیں بچا پایا تھا۔ وہ اپنی ماں کو ٹانگوں سے معذور ہونے سے نہیں بچا پایا تھا۔ لیکن سویرا۔۔۔ اس نے سویرا کو بچا لیا تھا۔ اسکے پاس کچھ نہ ہو کر بھی بہت کچھ تھا۔ وہ خالی ہاتھ نہیں تھا۔

"کیا ہو گیا ہے سویرا؟ کیوں رو رہی ہو ایسے؟ دیکھو میں تو ناراض بھی نہیں ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھوں میں اسکا چہرہ تھامے بہت محبت سے پوچھ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

''آپ مجھے ٹائم نہیں دیتے بھائی. ماما بھی سارا سارا دن اپنے کمرے میں بیٹھی رہتی ہیں۔مجھے لگتا ہے جیسے میں غیر ضروری ہوں۔میری بھلا کسی کو کیا ضرورت۔آپ کو اپنی نوکری سے فرصت نہیں اور ماما! وہ تو ماضی بھلانے کو ہی تیار نہیں۔مجھے اپنا آپ بہت ارزاں لگنے لگا ہے۔''اسکی آواز زکام زدہ تھی۔ہلیل نے ایک گہری سانس بھری۔وہ پاگل سمجھتی تھی کہ وہ غیر اہم ہے ارزاں ہے۔کوئی ہلیل ایدن سے پوچھے کہ وہ اسکے لئے کتنی اہم تھی۔سویرا ایدن، ہلیل ایدن کی کل کائنات تھی۔

''آئی ایم سوسوری ویرا۔پولیس والوں کی نوکری آسان نہیں ہے بچے۔میں تم سے وعدہ نہیں کر سکتا کہ اب روز آٹھ بجے گھر لوٹ آؤں گا۔''وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔آنکھیں اپنی بہن کے لیے فکر مند تھیں۔

''ہاں تو مت کریں نا یہ پولیس کی نوکری۔۔۔آئی بیگ یو بھائی۔بابا کا بزنس سنبھالیں اور یہ چور پولیس ختم کریں۔میں اپنا واحد رشتہ نہیں کھونا چاہتی۔''اسکی

نظروں میں آس تھی، امید تھی اور سب سے بڑھ کر مان تھا کہ اسکا بھائی اسکی بات نہیں ٹالے گا۔ ہلیل چند پل یونہی اسکے چہرے کو دیکھتا رہا۔

"جیسے آپ کہیں۔۔۔ یہ آخری کیس ختم کرنے کی اجازت تو ملے گی نا؟" سویرا نے آنکھیں اٹھا کر بے یقینی سے اسکا چہرہ دیکھا

"آر یو سیریس؟"

ہلیل اسکی چہکتی آواز کو لوٹتا دیکھ مسکرا دیا

"بالکل سیریس"

سویرا کی خوشی کا تو مانو کوئی ٹھکانا نہ رہا

"آئی لو یو۔۔۔ آپ دنیا کے بیسٹ بھائی ہیں" وہ ہلیل کے ساتھ لپٹتی بولی۔ ہلیل کا قہقہہ بے ساختہ تھا

''تم تو پکی سیاست دان ہو بھئی۔ابھی کہہ رہی تھی کہ میں برا بھائی ہوں اور اب میں دنیا کا بیسٹ بھائی بن گیا. کیسے ایک منٹ میں بیان بدلتے ہیں تمہارے''ہلیل گردن جھکا کر ہنس دیا۔سویرا نے برا نہیں منایا تھا۔وہ خوش تھی کیونکہ ہلیل خوش تھا۔

''اب تو لگتا ہے بھابھی ڈھونڈ ہی لینی چاہیے''

سویرا نے شرارت بھرے لہجے میں کہا

''میری طرف سے ہاں ہے''ہلیل بھی اسی کے انداز میں کہتا اٹھ گیا۔

اس کے لہجے میں کھنک تھی۔ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔پر دور کہیں وہ جانتا تھا کہ یہ مسکراہٹ جعلی ہے۔وہ اپنی بہن کو اپنے جیسا بننے سے روک رہا تھا۔

جذبات سے خالی دل اور احساس سے عاری چہرہ صرف ہلیل ایدن کا ہونا چاہیے۔وہ اپنے خاندان کے حصے کا درد سہنے کیلئے ہمیشہ سے تیار تھا۔

"دو دن بعد"

بارش تڑاتڑ برس رہی تھی۔جگہ جگہ جل تھل ہو رکھا تھا۔لاہور کی ٹھنڈ ہڈیاں جما دینے کی حد تک بڑھ گئی تھی۔پرندے جو صبح رزق کی تلاش میں اڑے تھے اب وہ سر چھپانے کو جگہیں ڈھونڈ رہے تھے۔ایسے میں گرم کپڑوں کی دو لیئرز پر سفید لیب کوٹ پہنے ضامنہ اپنے میز پر جھکی ہوئی تھی۔ہاتھوں پر لیٹکس گلوز چڑھائے وہ منہمک سی سامنے پڑے شیشے کے باریک ٹکڑوں کا جائزہ لے رہی تھی۔

"ضامنہ اسے کہاں رکھنا ہے" دبلا پتلا سا فہد ہاتھ میں پلاسٹک بیگ تھامے نجانے کہاں سے نازل ہوا تھا۔ اس پلاسٹک بیگ میں یقیناً کوئی اہم ایویڈنس تھا۔ ضامنہ نے مسکرا کر اسکا سر سے پاؤں تک جائزہ لیا۔ اسکے یوں دیکھنے پر فہد کے ہاتھ سے بیگ گرتے گرتے بچا

"پیارے فہد" ضامنہ کی آواز میں شیرینی گھل گئی

"جی۔۔۔" فہد نے تھوک نگلا

"تمہیں فارنزک ڈیپارٹمنٹ جوائن کیئے بھلا کتنا عرصہ ہو گیا ہو گا؟" وہ اپنے ماتھے پر انگلی ٹکائے سوچ رہی تھی

www.novelsclubb.com

"آٹھ مہینے ہو گئے ہیں پر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟" فہد نے فخر سے گردن اکڑائی

"ارے واہ! آٹھ مہینے گزر گئے اور پتہ بھی نہیں چلا"

"ہے نا۔۔۔ پتہ ہی نہیں چلا" فہد مزے سے بولا

''وہی تو۔ آٹھ ماہ گزر گئے اور مجھے آج بھی پہلے دن کی طرح تمہیں بتانا پڑتا ہے کہ یہ سارا سامان ایویڈنس کلیکشن روم میں رکھوانا ہے۔۔۔ بلکہ تم ایسا کرو اسے میرے سر پر رکھ دو'' ضامنہ نے دانت پیسے۔ فہد گڑبڑا کر اٹھ گیا۔

''آئی ایم سوری۔ میں یہ رکھ کر آتا ہوں۔''

وہ بندوق سے نکلی گولی کی طرح وہاں سے غائب ہو گیا۔

''وردہ!'' ضامنہ نے کرسی کو پیچھے دھکیلا اور گردن موڑ کر وردہ کی تلاش میں نگاہ دوڑائی

''ہاں کیا ہوا'' فائلز کے ڈھیر کے پیچھے سے وردہ اپنا چار کلو کا چشمہ درست کرتی آگے آئی

''شیشوں کے ریفریکٹیک انڈکس ٹیسٹ والی رپورٹ کہاں رکھی ہے؟''

وردہ بغیر کچھ کہے اپنے میز کا دراز الٹ پلٹ کرنے لگی۔ کچھ سیکنڈز کے بعد وہ نیلے رنگ کی فائل ضامنہ کی جانب بڑھا رہی تھی۔ ضامنہ نے فائل کے چند اوراق پلٹ کر اپنی تسلی کی۔

''میں یہ سر سبطین (ای آر یو انچارج) کو دکھا کر آتی ہوں۔ فہد آئے تو اسے کہنا وہ ایڈووکیٹ امیر حیدر قتل کیس کے ڈی این اے ٹیسٹ مکمل کرے۔ سارا دن یہاں وہاں چکر لگانے کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں اسے۔''

وہ جملہ مکمل کرتی باہر نکل گئی تھی۔ وردہ سر ہلا کر پھر سے فائلز کے جھرمٹ میں گم ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

باہر چلتے ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے ایک بار تو اسے کپکپانے پر مجبور کر دیا۔ سردی کے مارے ناک سرخ ہو گئی تھی۔ ہوا کے ہر جھونکے کے ساتھ بارش کے قطرے پھوار کی صورت میں اندر داخل ہو جاتے۔ وہ اپنے دھیان میں ٹیسٹ رپورٹس کا

معائنہ کرتی جارہی تھی۔اس پاس لوگوں کا کوئی خاص رش نہ تھا۔ہر کوئی اپنے کام میں مگن اور سردی سے بچنے کیلئے اپنے گرم آفس کی کرسی چھوڑنے کو راضی نہ تھا۔

پر سکون سے ماحول میں انتشار پیدا ہوا۔مخالف سمت سے کوئی نہایت عجلت میں گزرا۔ان دونوں کے بازو ٹکرائے۔اس کا فائل والا ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا اور فائل زمین بوس ہو چکی تھی۔چند اوراق فائل سے نکل کر زمین کی زینت بن چکے تھے۔مقابل کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔تصادم بالکل فلمی تھا۔جو فلمی ہی رہتا اگر ضامنہ اپنا منہ نہ کھولتی

"جب اس ڈھائی کلو کے چشمے سے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا تو اسے پہننے کا کیا فائدہ ہے۔۔۔اتار کے گھر چھوڑ آیا کرو نا" وہ کوفت سے کہتی گھٹنوں کے بل بیٹھی۔ہاتھ بڑھا کے بکھرے ہوئے کاغذ سمیٹنے شروع کئے "چلتا پھرتا سالم انسان نہیں دکھ رہا جناب کو" اسنے درشتگی سے کہا۔پہلے سے بگڑا موڈ مزید خراب ہو گیا۔ہونٹ مسلسل مقابل کی شان میں قصیدے پڑھ رہے تھے

''میں معذرت چاہتا ہوں۔۔۔ذرا جلدی میں تھا'' بھاری بھر کم آواز۔ضامنہ نے آنکھیں سکیڑ کر بغور اسکا چہرہ دیکھا۔جہاں شرمندگی کا کوئی عنصر نہیں تھا

''تم جلدی میں سب کو یونہی ٹکریں مارتے ہو؟'' فائل کے کاغذ ترتیب دیتے وہ پوچھ رہی تھی۔چند کاغذ اسکی جانب بڑھائے جو وہ ہاتھ بڑھا کر تھام چکا تھا۔پاس سے گزرتے لوگ انھیں چند لمحے ٹھہر کر دیکھتے اور پھر آگے بڑھ جاتے

''میں معذرت کر چکا ہوں مس'' مقابل اسکی بات پہ حق دق رہ گیا لیکن پھر اسی ڈھٹائی سے جواب دیا۔

''ایک مفت کا مشورہ رکھ لو'' وہ کپڑے جھاڑتی کھڑی ہوئی ''جب جلدی میں ہوں تو آنکھیں ذرا کھول کر چلا کرو ایسے تمہارا وقت بھی بچے گا اور دوسروں کا بھی۔ مسٹر۔۔۔'' رک کر اسکے لیب کوٹ پر لگا نیم ٹیگ پڑھا۔ **کلینیکل اینڈ فارنزک** سائیکالوجسٹ ''**مسٹر جندب ابراہیم**'' وہ اپنی بات کہہ کر مڑنے لگی

''اچھاہوا اگر آپ یہ مفت کے مشورے وہاں بانٹیں جہاں ان کی ضرورت ہو'' وہ مسکرا کر بولا۔ایک تپادینے والی مسکراہٹ۔'کمبخت مسکراتے ہوئے اچھا لگتا ہے' ضامنہ نے سوچ کے آنکھیں گھمائیں

''کسی دن وقت نکال کے آؤں گی۔ تمہیں اپنے مشوروں کی افادیت سمجھانے'' اسنے ایک ادا سے کہا۔ جندب نے اسے رشک سے دیکھا۔زہر خندہ مسکراہٹ ابھی بھی قائم تھی ''اب تمہیں دیر نہیں ہورہی؟'' ضامنہ نے اسے وہیں جما دیکھ طنز کیا

''معذرت'' وہ کہتے ہوئے مڑا ''اور شکریہ آپکے فری مشورے کیلئے'' وہ سرسری سے انداز میں کہتا پلٹ گیا

''بات سنو'' ضامنہ نے پیچھے سے پکارا

اسکا لہجہ بدلہ تھا۔وہاں طنز نہیں تھا۔نہ ہی اشتعال۔ جندب ابراہیم اسکی پکار پر رک گیا تھا۔ گردن گھما کر پیچھے کھڑی لڑکی کو دیکھا۔

www.novelsclubb.com

وہ مسکرا رہی تھی۔زندگی سے بھرپور مسکراہٹ۔ مسکرانے سے اسکی آنکھیں چھوٹی ہو جایا کرتی تھیں۔وہ اپنے چھوٹے کٹے بالوں کو بار بار کان کے پیچھے اڑس رہی تھی۔ جندب نے اسکے بولنے کا انتظار کیا۔

"تمہاری مسکراہٹ بہت خوبصورت ہے" وہ چہکی۔ جندب کو اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا۔یقیناً وہ غلط سن رہا تھا۔یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہی لڑکی ابھی کچھ سیکنڈز پہلے اس پر برس رہی تھی۔ چہرے پر بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔لب وا ہوئے۔گال سرخ ہونے لگے۔ "بس اپنا منہ مت کھولا کرو! قسم سے بہت فضول بکتے ہو" وہ اپنی بات مکمل کرکے آڑھے ترچھے منہ بناتی آگے بڑھ گئی "نفسیاتی" جاتے جاتے اونچی آواز میں بڑبڑانا نہیں بھولی تھی۔

جندب ابراہیم منہ کھولے حیران و پریشان سا اسے جاتے دیکھتا رہا۔ اصولاً تو اسے ضامنہ کی اس بات پر غصہ آنا چاہیے تھا پر لب اپنے آپ مسکراہٹ میں ڈھل گئے تھے۔

اس نے بائیں جانب موجود گلاس ونڈو میں اپنا عکس دیکھا۔ گندمی رنگت، چشمے کے پیچھے سے جھانکتی سرمئی آنکھیں۔ جن کی گہرائی میں عجیب پراسراریت تھی۔ مسکراہٹ میں ڈھلے لب۔ وہ اپنا گہرا مشاہدہ کرنے میں مصروف تھا

''جندب! کہاں ہے یار؟ تب سے کال کر رہا ہوں۔ وہ فائل ملی؟'' اپنے نام کی پکار پر اسے مڑنا پڑا۔ وہ بالوں میں ہاتھ پھیر کر آگے بڑھ گیا۔ پر کچھ تھا جو جندب ابراہیم وہیں چھوڑے جا رہا تھا۔

اس فلمی تصادم میں گفتگو بے شک ناخوشگوار رہی ہو لیکن یہ تصادم کچھ تعلقات خوشگوار بنانے والا تھا۔

شام کے سائے ڈھل رہے تھے۔ بارش رک چکی تھی۔ درختوں کے گیلے پتوں پر سے بارش کا پانی قطرہ قطرہ گرتا جا رہا تھا۔ دور کہیں سورج کی نارنجی کرنیں رات کی نیلاہٹ میں مل کر الگ ہی رنگ بکھیر رہی تھیں۔

المیر ہاؤس میں معمول سے ہٹ کر چہل پہل تھی۔ گھر کے اندر کا رخ کرتے ہیں جہاں بھاگتی دوڑتی شہر بانو نظروں کا مرکز بنی ہوئی تھیں۔

''اچھا اچھا لیکن بتاؤ تو بھلا زین یہ مٹن کڑاہی اور شامی کباب جیسی غذا کھا تو لیتا ہو گا نا؟ بیڑا غرق ہو میری اس یادداشت کا یہ پوچھنا تو یاد ہی نہیں رہا!'' شہر بانو کی آواز میں دنیا بھر کی خوشی سمائی ہوئی تھی ''سائرہ گوشت اچھے سے دھونا ایک تو میں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تمہاری کام چوری سے بہت تنگ ہوں'' انہوں نے گوشت کی پلیٹ سائرہ سے جھپٹ کر اپنے ہاتھ میں لی ''تم ایسا کرو مصالحے میں چمچہ ہلاتی رہو یہ میں کر لوں گی'' اگلا حکم صادر کیا گیا۔

اسود کو پاس بٹھائے ابر بظاہر تو لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلانے میں مصروف تھی لیکن آنکھوں کے کنارے شہر بانو کی تمام حرکات کو بخوبی ملاحظہ کر رہے تھے۔

''امی آخری دفعہ ملی تھی تو سارا وقت کیس کی تفصیلات پوچھنے بتانے میں نکل گیا۔ ڈیڈ باڈی کا کون سا حصہ غائب تھا۔ پاؤں کی انگلیوں سے کتنے ناخن اکھیڑے گئے۔ جسم پر گولیوں کے نشانات تھے یا وہاں چاقو کا استعمال ہوا۔ اب اس سب میں زین کی پسند کا کھانا پوچھنا تو مجھے یاد ہی نہیں رہا'' ابر نے نارمل سے انداز میں کہتے شہر بانو کو دیکھنے سے گریز کیا پر شہر بانو اسکی بات میں چھپا طنز اچھے سے سمجھ چکی تھیں سو خاموش رہیں۔ وہ ابھی کسی بحث میں پڑ کے اپنا اچھا خاصہ موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

اسود کچھ ٹوٹے پھوٹے لفظ بولنے لگا تھا۔ ضامنہ نے اسے اپنا نام رٹوانے کی جی توڑ کوشش کر دی تھی پر نام بھی تو خاصہ مشکل تھا۔ لیکن وہ ضامنہ ہی کیا جو ہار مان جائے۔ سب سے پہلے اسود کے منہ سے جو لفظ نکلا وہ ''آنی'' تھا اور اس معرکے کے پیچھے کس کا ہاتھ تھا یہ بھی سب جانتے تھے۔

آج کل اسود اپنی ہر بات کا آغاز آنی اور اختتام ماما پر کرتا تھا۔

''اسود دیکھ رہے ہو اپنی نانو کو'' ابر نے جھک کر اسکے کان میں سرگوشی کی۔ اسود اس سرگوشی پر بے اختیار کھلکھلایا۔ ابر کچھ لمحے اسے گھورتی رہی پھر مسکرا اٹھی۔

''امی بس کریں۔ تھک جائیں گی۔ سائرہ ہے ناوہ سب دیکھ لے گی آپ یہاں آکر بیٹھیں اور آرام کریں۔ صبح سے دیکھ رہی ہوں میں، دو لمحے سکون نہیں کیا آپ نے'' وہ بے بسی سے دبا دبا چلائی

''اتنے سارے کام سائرہ اکیلی کیسے کرے گی۔ ہوش کے ناخن لو ابر۔ خود تو تم نے جھوٹے منہ نہیں پوچھا کہ کوئی کام ہے تو مدد کروا دوں'' وہ دھلے ہوئے گوشت کو

سائیڈ پے رکھ کے گیلے ہاتھ پونچھ رہی تھیں۔ ''اب تم چاہتی ہو کہ میں بھی وہاں صوفے پر بیٹھ جاؤں تاکہ یہ سارا کام یونہی پڑا رہ جائے اور تمہارا مقصد پورا ہو جائے'' وہ دھلے ہوئے گوشت کو مصالحے میں انڈھیلتی مزے سے بولیں

''کون سا مقصد امی؟ اب یہ دن بھی دیکھنے تھے مجھے جب میری اپنی ماں ایک غیر کے پیچھے مجھے طنز کا نشانہ بنائے گی۔ اتنا کھانا تو ہمارے گھر کبھی عید پر بھی نہیں بنا۔ اس زین کے لئے اتنا سب کرنے کی کیا ضرورت ہے'' وہ تپ ہی تو گئی تھی۔ اس وقت اسے زین سے حد درجہ کوفت محسوس ہو رہی تھی۔

''تم نے تو زین سے بیر ہی باندھ لیا ہے ابر۔ نا بھلا مجھے اتنا بتاؤ کے تمہیں اس سے مسئلہ کیا ہے؟'' انہوں نے بات کو خاطر میں لائے بغیر کہا۔ ایک نظر غصے اور بے بسی سے بھری بیٹھی ابر کو دیکھا۔

''مسئلہ مجھے نہیں اسے ہے۔ ابھی آئے گا نا تو پوچھ لیجیئے گا اپنے پیارے زین سے'' وہ لیپ ٹاپ سائیڈ پر پٹختی اٹھ گئی ''چلو اسود ہم اپنے کمرے میں چلتے ہیں

یہاں تو لوگوں کے پاس اپنوں کیلیئے وقت ہی نہیں'' وہ تن فن کرتی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ شہر بانو کو اسکی یہ بچگانہ حرکتیں اچھی لگ رہی تھیں۔ وہ عرصے بعد ایک روبوٹ کی بجائے انسان کی طرح اپنے جذبات کا اظہار کر رہی تھی۔

''زین نہیں آئے گا امی لکھوا لیں مجھ سے... جہاں اسکی ضرورت ہوتی ہے کبھی وہاں تو وہ پہنچا نہیں۔ آپ کے ایک بار بلانے پہ کیوں آئے گا'' ابر نے جاتے جاتے تنبیہہ کی۔ شہر بانو مسکرا دیں۔

کبھی کبھی دوسروں کے بارے میں قائم کردہ رائے بہت جلدی غلط ثابت ہو جاتی ہے۔ ابر المیر کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہونے والا تھا۔

کچھ وقت بعد

"بات مجھ تک رہے تو اچھا ہے پر زین عالم اگر۔۔۔اگر تم نے میری ماں کا دل دکھایا تو تمہاری سات نسلوں کو ابرالمیر کا نام یاد رہے گا" وہ بڑبڑاتی یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہی تھی۔دل میں طرح طرح کے خیالات چل رہے تھے۔اگر وہ واقعی نہ آیا تو؟ایک دم سے شہر بانو کا پر جوش،ہنستہ مسکراتا چہرہ یاد آیا۔اگر زین نہ آیا تو امی کو کتنی تکلیف پہنچے گی۔وہ نجانے کتنی بار گھڑی دیکھ چکی تھی۔

اسود اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اسے بغیر رکے چکر لگاتا دیکھ رہا تھا۔کیا تھا جو وہ دو پل خاموشی سے بیٹھ جاتی۔

"میں فون کروں" دماغ کے کسی کونے سے آواز اٹھی

"کوئی ضرورت نہیں۔نجانے وہ بعد میں کیا سوچتا رہے"آواز کو خاموش کروا دیا گیا۔

www.novelsclubb.com

اس سارے عرصے میں حلیے پر کوئی غور نہیں کیا گیا۔ بالوں کو جوڑے میں گوندھا گیا تھا۔ دھلا دھلایا شفاف چہرہ۔ بادامی رنگ کی شلوار قمیض پر گہرے سرخ رنگ کی شال اوڑھے وہ عام سے حلیے میں تھی۔اب زین اتنا خاص بھی نہیں تھا جو اس سے ملنے کیلئے ایک ڈیڑھ گھنٹہ میک اپ پہ صرف کیا جائے۔

فون کی پکار نے اس کے چلتے قدم روک دیئے۔اسود کی نگاہوں کا مرکز اب وہ آواز کرتی مشین تھی۔وہ فون اٹھانے کیلئے لپکا لیکن۔۔۔ عین اسکی نظروں کے سامنے سے اسکی ماں وہ فون اٹھا کے کان کے ساتھ لگا چکی تھی۔وہ اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ کے ساتھ احتجاج کرتا رہ گیا۔

www.novelsclubb.com

"السلام علیکم" ابر نے خوشدلی سے سلام کیا

"وعلیکم السلام!" سامنے جو بھی تھا اس سے زیادہ محبت اور خلوص سے جواب دے رہا تھا

"کیسے ہیں نجمی صاحب" وہ بیڈ کے آخری کنارے پر ٹک گئی

"کرم مالک کا! پولیس اور وکیلوں سے بچے ہوئے ہیں" وہ کہہ کر خود ہی ہنس دیئے۔ابر مسکرا دی

"یہ تو اچھی بات ہے۔۔۔آپ کو تکلیف دینے کیلئے معذرت چاہتی ہو لیکن میرے پاس آپ کیلئے کچھ ہے۔" وہ اٹھ کر الماری کی طرف بڑھی۔کونے میں پڑے میز پر سے لیپ ٹاپ اٹھایا

"عدالت کے نوٹس کے علاوہ جو بھی دیں گی خوشی خوشی قبول ہے"

اب کے ابر انکی بات پر خود کو قہقہہ لگانے سے باز نہ رکھ سکی

"بے فکر ہو جائیں۔مجھے امید ہے کہ تحفہ آپ کو خاصہ پسند آئے گا۔" لیپ ٹاپ آن کرتے میلز کھولیں اور کچھ لمحوں بعد وہاں سینڈنگ کے الفاظ جگمگا رہے تھے۔

"تحفہ آپکی طرف سے ہے تو بلاشبہ نایاب ہو گا" انہوں نے بات کرید نے کی کوشش نہیں کی تھی۔ گیٹ کھولنے کی آواز پر ابر نے آگے بڑھ کر بالکنی سے نیچے جھانکا۔ صد شکر کہ زین عالم آچکا تھا۔ وہ واپس کمرے کی طرف مڑ گئی

"تحفہ آپ تک پہنچ چکا ہے۔ اپنی میل کھول کر ملاحظہ فرمائیں۔ اب آپ کو تحفہ پسند آیا یا نہیں یہ جاننے کا انتظار رہے گا" اس نے اطمینان سے کہا اور کال کاٹ دی۔

لیپ ٹاپ کو واپس اسکی جگہ پر رکھا۔ وہ کچھ غلط نہیں کر رہی۔ دل نے تسلی دی۔ سائرہ دروازے پر دستک دیتے اندر داخل ہوئی تھی۔ ابر نے آنکھ کے اشارے سے آنے کا مقصد پوچھا

"وہ بڑی بیگم صاحبہ نیچے بلا رہی ہیں۔ زین صاحب آ گئے ہیں"

ابر تو زین کے آگے صاحب کا خطاب سن کر ہی تلملا گئی تھی۔

''تم چلو میں آتی ہوں'' اسکے کہتے ہی سائرہ سر ہلا کر وہاں سے غائب ہو گئی۔ابر نے دو تین گہرے گہرے سانس لے کر خود کو پر سکون کیا۔اسود اسے باہر جاتے دیکھ باہیں پھیلانے لگا۔ابر نے آگے بڑھ کر اسے بازوؤں میں اٹھایا۔

''ہم زین مخالف پارٹی ہیں۔اوکے؟'' ابر نے سمجھاتے ہوئے کہا۔آس بھری نظروں سے اسود کی جانب دیکھا جہاں خاموشی تھی۔اس سے کوئی جواب نہ ملنے پر ابر چکرا کر رہ گئی۔سب کے سب ملے ہوئے ہیں۔وہ چہرے کے تاثرات نارمل کرتی دروازے کی جانب بڑھی۔امید کرتے ہیں کہ یہ ڈنر کسی بدمزگی کے بغیر انجام پا جائے گا۔

www.novelsclubb.com

سلوٹوں سے پاک سرمئی تھری پیس پہنے المیر ہاؤس کے لاؤنج میں براجمان شخص کون تھا اس کا اندازہ سارے لاؤنج کو معطر کرتی دلفریب خوشبو سے لگایا جا سکتا تھا۔وہ زین عالم تھا۔جو خود چلا جاتا تھا پر اسکے پرفیوم کی خوشبو ہمیشہ یاد رہتی تھی۔

"میں بہت شرمندہ ہوں آنٹی دراصل آج شام ایک فارن گروپ کے ساتھ میٹنگ تھی بس اسی لئے دیر ہو گئی۔ میں نے زیادہ انتظار تو نہیں کروایا آپ کو؟"

مسکراہٹ اسکے لبوں سے غلطی سے بھی جدا نہیں ہوئی تھی۔ ہاں اور نہ میں بات ختم کر دینے والا شخص اتنے لمبے جملے کب سے بولنے لگا تھا؟ یہ کون تھا؟ بلاشبہ یہ زین نہیں تھا۔ اگر یہ زین تھا تو وہ کون تھا جس سے ہم واقف تھے؟ جو لیٹ لطیف کے نام سے جانا جاتا تھا۔ آج وہ صرف ایک ڈنر کی خاطر نہ صرف وقت سے پہلے پہنچا تھا بلکہ خود کو لیٹ سمجھ کے ایکسکیوز بھی کر رہا تھا... وہ زین کہاں تھا جسے ہلیل نے پھولن دیوی کا لقب دیا تھا؟ یہ تو کوئی اور زین تھا جس کے لبوں پر مسکراہٹ رقصاں تھی۔

"ارے نہیں بیٹے بالکل نہیں۔ تم آ گئے بس یہی کافی ہے۔ چائے پیو گے یا کافی؟"

شہر بانو نے نرم لہجے میں پوچھا

''جو آپ زیادہ اچھی بناتی ہیں وہی'' وہ مسکرایا۔ شہر بانو کو اس سے بہت اپنائیت کا احساس ہوا تھا۔

''پھر تو میرا خیال ہے پہلے ڈنر کی طرف کی بڑھنا چاہیے۔۔۔ڈنر کے بعد تمہیں اچھی سی چائے پلاؤں گی۔ کام سے آئے ہو تو تھکاوٹ دور ہو جائے گی۔'' وہ محبت سے کہتے اٹھ گئیں ''سائرہ! ابر کو بتایا نہیں کے زین آیا ہے؟'' شہر بانو نے دبی دبی آواز میں پوچھا لیکن آواز اتنی بھی ہلکی نہ تھی کہ زین سننے سے محروم رہ جاتا

''بتایا تھا بڑی بیگم صاحبہ۔ وہ کام کر رہی تھیں بولیں تم چلو میں آتی ہوں'' وہ ساری بات رٹو طوطے کی طرح سنا رہی تھی

''اچھا تم ایسا کرو، کھانا لگانے میں میری مدد کرو'' شہر بانو آج کافی مصروف ہو گئی تھیں۔۔۔اور کم تنہا بھی۔

www.novelsclubb.com

زین نے ارد گرد نگاہ دوڑائی۔ سارا گھر نفاست سے سجایا گیا تھا کوئی ایک چیز بھی مس فٹ نہیں تھی۔ البتہ اتنے سارے ان ڈور پلانٹس نے اسکی توجہ اپنی طرف ضرور کھینچی تھی۔ وہ نقش و نگار دیکھنے میں گم تھا

"اسلام علیکم!" سیڑھیاں اترتی ابر نے سب کو مشترکہ سلام جھاڑا۔ زین میکانکی انداز میں اپنی جگہ سے اٹھا

"وعلیکم السلام" اسنے مختصر سی نظر میں ابر کا جائزہ لیا اور پھر نگاہ اسود پر ٹک گئی۔ ابر کی چادر کا ایک کونا مٹھی میں دبائے وہ اپنے گھر میں کھڑے اجنبی کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ زین کا چہرہ اپنی شناخت میں کہیں نہ پا کر اسود نے اپنی ماں کو پکارا۔ جیسے مقابل کا تعارف چاہا ہو۔

ابر تو اسود کے صدقے واری جا رہی تھی۔ وہ اس کا بیٹا تھا۔ زین مخالف پارٹی میں اس کا اکلوتا ساتھی۔ ابر اسود کا گال چومتی لاؤنج کی جانب بڑھی۔

زین مسکرایا۔ نجانے کیوں پر وہ مسکرایا تھا۔

ابر کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے۔یہ آخر اسے کیا ہو گیا پہلے تو کبھی ایسے نہیں مسکراتا تھا۔سوچتے وہ زین کے دائیں جانب صوفے پر بیٹھی۔

"بیٹھ جاؤ ایسا لگتا ہے جیسے سکول اسمبلی میں کھڑے ہو"آہ یہ انٹروورٹ۔۔۔

زین گڑ بڑا کر واپس بیٹھ گیا۔ابر نے مہارت سے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔اتنی جلدی تو وہ بھی معاف نہیں کرنے والی تھی۔

"کیسی ہیں آپ؟"زین نے خشک لبوں کو تر کرتے پوچھا

"کیسی لگ رہی ہوں تمہیں؟"ابر نے بھی قسم کھا چھوڑی تھی کہ آج منہ سے سیدھا جواب نکلنا حرام ہے۔زین نے مسکرا کر اسکے شفاف چہرے کو دیکھا۔ابر نے اسکے دیکھنے پر نظروں کا زاویہ نہیں بدلا تھا۔دونوں بلا کے ڈھیٹ ثابت ہوئے تھے۔ اسود کبھی اپنی ماں کا چہرہ دیکھتا تو کبھی اس اجنبی کا

"مجھے تو اچھی لگ رہی ہیں"

شہد رنگ آنکھیں سیاہ آنکھوں کو تنبیہہ کر رہی تھی اور بس زین عالم مزید یہ نظروں کی تکرار نہ جھیل پایا۔ وہ ہار مان گیا۔ نظریں پھیر لیں لیکن مسکراہٹ ابھی بھی قائم تھی۔

"حیرت ہے" ابر نے سرسری سا تبصرہ کیا

وہ زین کو شرمندہ کرنے کی مزید کوئی کوشش ضرور کرتی اگر جو شہر بانو بیگم نے آ کر ڈنر کا پیغام نہ دیا ہوتا۔ وہ ایک ساتھ اٹھے تھے۔ المیر ہاؤس میں اس شخص کی آمد نے رونق کر دی تھی۔

زین نے گلا کھنکھار کر ابر کو متوجہ کیا جو کہ پہلے سے اس کی طرف متوجہ تھی۔

"مے آئی" بازو پھیلائے وہ کیا بات کر رہا تھا ابر سمجھ گئی تھی۔ ایک نظر اسود کو دیکھا جو پہلے سے زین کی طرف بڑھنے کیلئے تیار تھا اور پھر زین کو جس کے چہرے کے تاثرات آج بدلے بدلے سے لگ رہے تھے۔ ابر نے سر جھٹک کر اسود کو زین کی جانب بڑھایا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''سنبھال لو گے؟'' وہ کیوں پوچھ رہی تھی؟ وہ خود نہ سمجھ سکی

''یقین رکھیں'' زین نے فخر سے کہتے اسود کا رخ ابر کی جانب کیا جو نہ توروہا تھا اور نہ ہی پریشان ہوا تھا۔

ابر نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔ وہ زیادہ ناراض رہنے والوں میں سے نہیں تھی۔ نہ ہی وہ کسی سے بغض پال سکتی تھی۔ یہ نرم دل اسے اسکی ماں سے ملا تھا۔ جس کی جگہ آج کل کی دنیا میں کہیں نہیں تھی۔

ڈنر خوشگوار ماحول میں کیا گیا۔ شہر بانو بیگم وقفے وقفے سے زین کی پلیٹ بھرتی رہیں۔ جسے وہ بغیر چوں چراں کیئے کھاتا رہا۔ باتوں باتوں میں زین کے خاندان کا ذکر چھڑا جس کو وہ بالکل صاف گوئی سے گوش گزار کر گیا۔ نا کوئی رنج تھا اور نہ کوئی ملال۔ ابر اپنی ماں کو خوش دیکھ کر ہی مطمئن تھی۔ آج صبح سے جو رونق انکے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

چہرے پر تھی کاش وہ ہمیشہ یونہی قائم رہتی۔اسود کھانے کے دوران ہی نیند کی وادیوں میں گم ہو گیا تھا۔کتنا اچھا ہوتا جو زندگی ہمیشہ اتنی پر سکون رہتی۔

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا۔گھر کے بنے کھانے کے بعد چائے مل جائے تو دنیا میں یہی جنت ہے۔زین کو آج صحیح معنوں میں معلوم ہوا تھا کہ ماں کے ہوتے زندگی کتنی آسان ہوتی ہے۔

خیر سکون کے یہ لمحے یہیں تک تھے۔

زندگی کو واپس اپنی ڈگر پر لوٹنا تھا

اصلی کہانی کچھ اور تھی

جہاں موت اور زندگی کا کھیل تھا

www.novelsclubb.com

''ایک بار پھر سے شکریہ آنٹی۔آپ کی اتنی محبت کے آگے تو شکریہ بھی چھوٹا لفظ ہے'' وہ دل سے مسکرایا۔شہر بانو نے آگے بڑھ کر اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔

''بیٹا کہا ہے تمہیں۔تم سے شکریہ لوں گی میں؟اب بس آتے جاتے رہنا۔یہ نہ ہو کہ ہر بار مجھے ہی دعوت دینی پڑے'' زین نے مسکرا کر تائید میں سر ہلایا۔ابر پیچھے کھڑی بوریت سے یہ رخصتی کا منظر دیکھ رہی تھی۔

زین کے پیچھے شہر بانو کو بھی باہر نکلتا دیکھ وہ بول پڑی

''امی آپ کہاں چل دیں؟باہر اچھی خاصی ٹھنڈ ہے۔آپ بیمار ہو جائیں گی۔صبح سے بھاگ دوڑ میں لگی ہیں اب بس بیٹھ جائیں یہاں۔میں زین کو گیٹ تک چھوڑ آتی ہوں'' وہ ڈپٹ کر بولی۔شہر بانو نے کچھ کہنے کیلئے منہ کھولا تھا کہ زین کے ''آپ کو آرام کرنا چاہیے آنٹی میں چلا جاؤں گا'' نے کوئی راہ نہ چھوڑی۔

''اچھا ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا'' لہجے میں اداسی تھی

''میں پھر آؤں گا۔تب تک آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا۔چلتا ہوں۔اللہ حافظ !''

''اللہ کے امان میں دیا۔خیریت سے جاؤ''شہر بانو مسکرا کر کہتی واپس کچن کی جانب بڑھ گئیں۔نجانے یہ سائرہ نے کچن سمیٹا بھی ہو گا یا نہیں۔

بارش کے بعد آسمان قدرے صاف تھا۔چاند گھٹنے لگا تھا لیکن اس کی روشنی اتنی تو تھی کہ اس میں سامنے چلتے شخص کا چہرہ واضح دکھائی دے۔چوکیدار گاڑی باہر نکال چکا تھا۔زین نے مڑ کر ابر کو دیکھا جو اس سے کچھ قدم کے فاصلے پر چپ چاپ چل رہی تھی۔

''مجھے آپ سے بات کرنی تھی''زین گیٹ پار کر چکا تھا۔وہ المیر ہاؤس کی حدود سے باہر تھا۔ابر نے چونک کر سر اٹھایا۔

''کہو میں سن رہی ہوں''وہ گیٹ کی اندرونی طرف کھڑی تھی۔

www.novelsclubb.com

''واک کرتے ہوئے بتا سکتا ہوں'' پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا دراز قامت مرد سامنے کھڑی لڑکی سے مخاطب تھا۔ابر نے ارد گرد نگاہ دوڑائی۔گھر کے سامنے کی سڑک سنسان تھی۔سٹریٹ لیمپس کی روشنی ہر جگہ پھیلی ہوئی تھی۔

زین نے اسکے تعاقب میں نگاہ دوڑائی۔

''ایک شرط پہ'' اسنے رک کر چادر درست کی۔زین نے بغور اسے دیکھا''تم مجھے بعد میں یہ طعنہ نہیں دو گے کہ میں تم پر وقت ضائع کرنے کی بجائے اپنے گھر پر توجہ دیتی تو اچھا ہوتا'' وہ طنز نہیں کر رہی تھی لیکن زین کو بے حد شرمندگی نے آن گھیرا۔

www.novelsclubb.com

''میں وعدہ کرتا ہوں'' وہ کافی دیر کہ وقفے کے بعد بولا

ابر سر ہلا کر باہر آگئی۔زین نظریں جھکائے چلنے لگا۔وہ اسکے ہم قدم تھی۔

''میں آپ سے معافی مانگنا چاہتا ہوں، اپنے اس دن والے رویے کیلئے''آس پاس چلتی ہوائیں ساکت ہو گئیں۔ سٹریٹ لیمپ کی روشنی سیدھا اس دراز قد مرد پر پڑنے لگی۔ وہی مرد جس کی نظریں شرمندگی سے جھکی ہوئی تھیں۔

ابر نے مسکرا کے اسکے جھکے ہوئے سر کو دیکھا۔

''اٹس اوکے۔۔۔ معاف کیا۔ ویسے بھی تم نے جو کہا وہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ مجھے اب ایسی باتوں کا برا نہیں لگتا۔ عادت ہو چکی ہے'' وہ بازو سینے پر لپیٹے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ زین کو ایک دم سے شیراز کی کہی باتیں یاد آئیں۔ چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

www.novelsclubb.com

''میں اس وقت اپنے حواسوں میں نہیں تھا۔ یقین مانیں تب سے شرمندہ ہوں۔ بس موقع ڈھونڈ رہا تھا کہ کب آپ سے معافی مانگ سکوں گا۔''چہرہ ہنوز جھکا ہوا تھا۔

''تم نے معافی مانگ لی اور میں نے معاف کر دیا۔'' اسنے پاس سے گزرتی گاڑی کو دیکھا'' اب یہ بتاؤ مرنا کیوں چاہتے تھے؟'' سوال غیر متوقع نہیں تھا۔ زین نے رک کر اسکی جانب دیکھا

''جینا نہیں چاہتا'' ابر بھی رک گئی تھی ''کم از کم ایسی زندگی تو بالکل نہیں'' وہ دھیرے سے کہتا پھر چلنے لگا

''کیا شکوے ہیں اپنی زندگی سے؟ کچھ اہم کھویا ہے؟''

وہ اسکی جانب چہرہ موڑے پوچھ رہی تھی۔

''کچھ پایا ہی کہاں تھا'' وہ زخمی سا مسکرادیا

''ایسا نہیں ہو سکتا۔'' وہ اپنے ہاتھ آپس میں رگڑتے کہہ رہی تھی۔ زین کو لگا اسے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔ وہ رک گیا۔ ابر نے اسکے رکنے پر نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

خالی سڑک پر دیکھنے والا کوئی نہیں تھا پر اس گھٹتے چاند نے وہ منظر دیکھا۔ ہوائیں رک رک کر چلنے لگیں۔ سٹریٹ لیمپ کی روشنی میں کھڑے اس دراز قد مرد نے اپنا سرمئی کوٹ اتار کر سامنے کھڑی لڑکی کی طرف بڑھایا۔ لڑکی چند پل ناسمجھی سے اسکے بڑھے ہاتھ کو دیکھتی رہی پھر ہنس دی۔ ہنسی قہقہے میں بدل گئی۔ وہ چہرہ جھکائے ہنستی جارہی تھی۔ زین ہونقوں کی طرح کوٹ ہاتھ میں تھامے اسے دیکھ رہا تھا۔ ابر نے چہرہ اوپر اٹھایا۔ ہنسنے کی زیادتی سے آنکھوں میں پانی جمع ہوگیا تھا اور پھر زین عالم کیلئے وقت تھم گیا۔

سٹریٹ لیمپ کی روشنی میں وہ پانی سے بھری شہد رنگ آنکھیں جلتے دئیوں کی مانند تھیں۔

روشن۔۔۔۔

خوبصورت۔۔۔

اور مکمل

زندگی نے اسے کچھ پانے کا موقع دے دیا تھا۔

وہ پلک جھپکے بغیر ان آنکھوں کو دیکھتا گیا۔

ابر لمبے لمبے سانس بھرتی خود کو نارمل کر رہی تھی۔ زین کا کوٹ والا ہاتھ جوں کا توں تھا۔

"کیا تم کسی فلم کے ہیرو ہو؟ یا غلطی سے مجھے کوئی ہیروئن سمجھ لیا ہے؟ وہ بیس قدم کے فاصلے پر تو میرا گھر ہے۔ اگر ٹھنڈ لگی تو اندر چلی جاؤں گی۔ تم اپنا کوٹ اپنے پاس رکھو اور یہ فلمی سینز کسی مسکین ہیرو کیلئے چھوڑ دو۔" وہ گہری مسکراہٹ سجاتے کہہ رہی تھی۔ زین نے اسے ان سنا کیا۔ آگے بڑھ کر کوٹ ابر کے کندھوں پر پھیلایا اور وہ بیچاری ارے ارے کرتی رہ گئی۔

زین نے دوبارہ اسکی طرف دیکھنے کی غلطی نہیں کی۔

''آپ نے ہسپتال میں مجھ سے ایک سوال پوچھا تھا''

''کیا؟ کہ تم نے ڈر گز کیوں لیں؟''

''نہیں'' وہ ہلکا سا مسکرایا

''پھر؟'' ابر کو اسکی مسکراہٹ سے الجھن ہونے لگی تھی۔ آج وہ بات بات پر مسکرا رہا تھا۔

''آپ نے پوچھا تھا۔۔۔ تم ٹھیک ہو؟'' اب کی بار وہ سنجیدہ تھا۔ ابر نے گردن موڑ کر اسکی جانب دیکھا

''قسطوں میں بات مت کیا کرو زین عالم! مجھے سخت کوفت ہوتی ہے۔'' ابر نے آنکھیں گھمائیں

''کیا یہ تین لفظ ادا کرنا بہت مشکل ہے؟'' آنکھوں میں جذبے سر اٹھانے لگے۔ ابر رک گئی۔ وہ بھی اسکے قدم برابر نہ پا کر ٹھہر گیا

''میں نے اپنی ستائیس سالہ زندگی میں یہ جملہ صرف تین بار سنا ہے۔'' گردن میں ایک گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی ''پہلی بار ہمارے گھر کے ملازم سے۔جب میرے باپ نے مجھے جانوروں کی طرح پیٹا تھا۔دوسری مرتبہ اپنے کلاس ٹیچر سے۔میں مشکل سے چوتھی جماعت میں تھا۔ایک دن کچھ بچوں کی لڑائی ہوگئی۔ دھکامکی کے دوران ایک بچے کا سر پھٹ گیا۔اسے پرنسپل کے آفس لے جایا گیا۔ کچھ دیر بعد اسکے والدین آئے۔وہ بار بار اپنے بچے کے ہاتھ پیر چومتے۔ کبھی ماتھے کو چھو کر پوچھتے کہ 'تم ٹھیک ہو؟ بتاؤ کہیں درد تو نہیں ہورہا'میری آنکھوں نے وہ منظر محفوظ کرلیا۔کچھ دن بعد میں نے جان بوجھ کر خود کو سیڑھیوں پر سے گرالیا۔ دوسری منزل سے گراؤنڈ فلور تک کل پچیس سیڑھیاں تھیں۔کافی خون بہا۔سر میں ٹانکے لگے۔مجھے کوئی افسوس نہیں تھا میں خوش تھا،بے صبری سے بابا کا انتظار کررہا تھا۔مجھے لگا اگر میں خود کو نقصان پہنچاؤں تو بابا آجائیں گے۔وہ مجھ سے پوچھیں گے بتاؤ زین تم ٹھیک ہو؟ تمہیں تکلیف تو نہیں ہورہی؟ چلو میرے ساتھ

www.novelsclubb.com

گھر چلو۔پر۔۔۔۔وہ نہیں آئے۔میں انھیں سمجھ نہیں پایا تھا۔چھوٹا تھا۔۔۔نا سمجھ بھی" وہ مسکرا رہا تھا۔یاسیت بھری مسکراہٹ۔ابر کو اسکی مسکراہٹ سے خوف آیا۔زین نے چہرہ اٹھایا۔دونوں کی نظریں ملیں "اور تیسری بار میں نے وہ الفاظ آپ کے منہ سے سنے. زین عالم کو ہمیشہ لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کیلیئے خود کو نقصان پہنچانا پڑا ہے" وہ آزردگی سے کہتا خاموش ہو گیا۔زین عالم اپنا دل ہلکا کرنے پر آیا تو فضا تک بوجھل ہو گئی۔رنجیدگی ماحول میں رچ بس گئی۔ابر سے اسکو تسلی دینے کو الفاظ نہ بن پائے۔

"ایک عرصہ زندگی سے بھاگتا رہا ہوں۔کئی دفعہ خود کو ختم کرنے کا ارادہ کیا لیکن پتہ نہیں کیوں ہر بار کسی نہ کسی وجہ سے ناکام ہو جاتا تھا" وہ ٹھہر ٹھہر کر کہہ رہا تھا "اب سوچا ہے کہ موت سے بھی قطع تعلقی کر لی جائے۔جب لکھی ہو گی تب مل جائے گی" انداز میں شکستگی تھی۔وہ ہرٹ تھا حد سے زیادہ ہرٹ

www.novelsclubb.com

"اب کیا کرو گے ؟" وہ موضوع تبدیل کرنا چاہتی تھی۔ بہت ہو گئیں یہ دل دکھانے والی باتیں

"نارمل لوگوں کی طرح زندگی گزارنے کی کوشش کروں گا۔" وہ ابر کی طرف دیکھتے کہہ رہا تھا۔ وہ مسکرا دی۔ دل ہلکا ہونے لگا تھا۔

"اور تمہارے بابا؟ انھیں معاف کر دو گے ؟" وہ اسے کن انکھیوں سے دیکھتے پوچھ رہی تھی

"میں ان کا انتظار کروں گا۔ جانتا ہوں وہ آئیں گے۔ وہ مجھ سے بھاگ نہیں سکتے۔ میں ساری زندگی انکا انتظار کروں گا اور جب کسی کمزور لمحے کے زیر اثر وہ مجھ تک آئیں گے.." ٹھنڈی آہ بھر کر بادلوں میں چھپے چاند کو دیکھا "میں انھیں دھتکاروں گا۔ میں انھیں معاف نہیں کروں گا۔ انھیں اپنے کئے پر پچھتاوا ہے میں انکی آنکھوں میں بارہا دیکھ چکا ہوں لیکن انہوں نے اپنی ساری زندگی پچھتاوں کے سپرد کر دی۔ ان میں میرا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ وہ جانتے ہیں میں انھیں

معاف نہیں کروں گا۔'' اسکے لہجے میں نفرت نہیں تھی۔ وہ کوئی اور جذبہ تھا۔

شاید محرومی

''انہیں دھتکارے جانے سے خوف آتا ہے اور میں انھیں دھتکاروں گا۔ انھیں روز محشر میری ماں کو جواب دینا پڑے گا۔ میں زین عالم اپنے باپ کو مرتے دم تک معاف نہیں کروں گا'' ابر اسے دیکھے گئی۔ یک ٹک

''کیا دیکھ رہی ہیں ؟'' وہ مسکرایا۔ لہجہ بدلنے لگا

''جانتے ہو اس وقت مجھے تم میں اپنا عکس دکھائی دے رہا ہے''

www.novelsclubb.com

''وہ کیسے ؟''

قدم واپس گھر کی طرف مڑ گئے

''زین عالم کی طرح ابر المیر بھی لوگوں کو مرتے دم تک معاف نہیں کرتی'' وہ جتا گئی تھی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''تو کچھ لمحے پہلے مجھے معاف کرنے والی بات جھوٹ تھی؟'' اسکے سنجیدگی سے پوچھنے پر ابر ہنس دی

''شاید مجھے میرے جملے کی ترتیب درست کرنے کی ضرورت ہے'' وہ ہنسنے کے دوران کہہ رہی تھی ''ابرالمیر اپنی محرومیوں کا باعث بنے لوگوں کو مرتے دم تک معاف نہیں کرتی'' ہر لفظ ٹھہر ٹھہر کر ادا کیا ''تمھیں تو کب کی معاف کر چکی'' زین اسی طرح اسے مسکراتے دیکھتا رہا اور پھر سر جھٹک کر نفی میں سر ہلایا۔

گاڑی کے سامنے رک کر زین نے اسے دیکھا۔ چہرے پر تشکر کے تاثرات تھے۔

''کچھ دیر کیلیئے ہی سہی، میرے ہمقدم ہونے کا شکریہ'' اس کے سامنے اپنا دل کھولنے کی کوئی شرمندگی نہیں تھی نہ ہی کوئی پچھتاوا تھا۔

ابر نے سر کو خم دے کر شکریہ قبول کیا۔ وہ کچھ پل گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا اسکی جانب دیکھتا رہا۔ پھر مسکرا دیا۔ اب کی بار یہ مسکراہٹ مذاق اڑاتی محسوس ہو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رہی تھی۔ ''**اب کیا ہے؟**'' ابر نے آنکھ کے اشارے سے پوچھا۔ وہ نفی میں سر ہلاتا مڑ گیا۔

ابر اپنی جگہ کھڑی اسے جاتے دیکھتی رہی۔ تب تک جب تک اسکی گاڑی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔ ساری کوفت ساری الجھن کہیں دور جا سوئی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے اندر بڑھ گئی۔ ہاتھ میں پکڑے فون پر وقت دیکھا۔ بیس منٹ!

''امی پریشان نہ ہو گئی ہوں'' وہ خود سے بڑبڑائی۔ ایک منٹ۔۔۔ کندھوں پر پڑا یہ بوجھ۔۔۔ زین کا مسکراتا چہرہ ایک جھماکے سے یاد آیا۔ اس نے بے اختیار اپنے ماتھے کو چھوا۔

www.novelsclubb.com

وہ زین کا دیا کوٹ پہنے ہوئے تھی۔ ابر اسکی ہنسی کے پیچھے چھپا مقصد سمجھ کر خفت سے سرخ ہوتا چہرہ جھکا گئی۔ فون پر تیزی سے انگلیاں چلائیں۔ کال جا رہی تھی۔۔ تیسری بیل پر کال اٹھا لی گئی۔

''جی کہیے'' زین اپنی حیران ہوتی آواز کو چھپا گیا

''تم ابھی کے ابھی واپس آؤ!''

''واپس آؤں لیکن کس لئے؟ خیریت تو ہے نا؟ آنٹی۔۔۔آنٹی تو ٹھیک۔۔۔'' ابر کی اگلی بات نے اسکی زبان کو بریک لگائی ''تم اپنا کوٹ میرے پاس بھول گئے ہو'' ابر نے جل کر کہا۔پریشان ہوتا زین ایک دم سے ہنس دیا

''ہنسو مت! جلدی سے واپس آؤ'' وہ اسکی ہنسی سے خجل ہو کر رہ گئی۔

''وہ کوٹ مجھ سے زیادہ آپ پر سوٹ کرتا ہے۔رکھ لیں'' زین نے مسکراہٹ دبائی جو ابر فون کے اس پار محسوس کر چکی تھی۔

''بکو مت۔بتاؤ آرہے ہو یا نہیں؟'' ابر جھلائی

''نہ میں خود واپس آؤں گا اور نہ ہی کوٹ واپس لوں گا۔آپ اس کشمکش کو بھول جائیں اور جا کر آرام کریں۔میں اس وقت ڈرائیو کر رہا ہوں۔ڈرائیو کرتے ہوئے فون استعمال کرنا ٹریفک قوانین کے خلاف ہے اور قانون کو ایک وکیل سے بہتر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کون جان سکتا ہے."وہ شوخی سے کہتے کال کاٹ گیا۔ابر منہ کھولے فون کی سکرین کو گھورتی رہ گئی۔

"فضول آدمی۔میں وکیل ہوں ٹریفک پولیس اہلکار نہیں"وہ کڑھ کر رہ گئی۔

گھر کے اندر جاتی ابر کا چہرہ خفت اور غصے سے لال تھا۔شہد رنگ آنکھیں زین سے نالاں تھیں۔بدتمیز،فراڈیا۔وہ مسلسل اسکی شان میں قصیدے پڑھ رہی تھی۔

رات کے سیاہ آسمان پر روشن چاند مسکرا اٹھا۔

www.novelsclubb.com

دور لاہور شہر کی کسی شاہراہ پر کھڑی گاڑی میں ایک خوبصورت غزل گونج رہی تھی۔زین نے ہاتھ بڑھا کر والیم اونچا کیا۔الفاظ واضح ہونے لگے

جو اداس ہیں تیرے ہجر میں

جنہیں بوجھ لگتی ہے زندگی

سر بزم یوں انھیں دیکھ کر

تیرے مسکرانے کا شکریہ

وہ مسکراتے ہوئے سگنل پر رکے لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔زندگی سے بیزاریت ختم ہونے لگی تھی۔سب اچھا لگ رہا تھا۔گائک نے کچھ وقفے کے بعد سلسلہ وہیں سے جوڑا

www.novelsclubb.com

تیری یاد کس کس بھیس میں

میرے وہم و گمان میں ڈھل گئی

یہ کمال تھا تیری یاد کا

مجھے یاد آنے کا شکریہ

سرخ بتی بجھ گئی تھی۔لوگ آگے بڑھنے لگے۔اسنے بھی گاڑی آگے بڑھادی۔

رات کے اس پہر بھی لاہور شہر کی روشنیاں اپنے عروج پر تھیں۔

مجھے خستہ حال دیکھ کر

تیرے پھول سے لب کھل اٹھے

مجھے اپنے حال کا غم نہیں

تیرے مسکرانے کا شکریہ

کچھ لمحے پہلے کا منظر آنکھوں کے آگے گھوم گیا۔اپنا کوٹ والا ہاتھ آگے بڑھائے کھڑا دراز قد مرد اور سامنے کھڑی لڑکی کے وہ جل ترنگ قہقہے۔وہ یاد کر کے مسکرا دیا۔

جو زمانے بھر کا اصول تھا

وہ تو نے نبھا دیا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

یہ رسم ٹھہری ہے معتبر

مجھے بھول جانے کا شکریہ۔۔۔

مجھے بھول جانے کا شکریہ۔۔۔

آواز مدھم ہوتے ہوتے ختم ہو گئی۔ چاند بادلوں کی اوٹ میں ہو گیا۔

لاہور شہر کی روشنیوں سے ذرا دور چلتے ہیں۔ رات کی سیاہی میں رنگا وہ وجود زمین پر دوزانوں بیٹھا مٹی ٹٹول رہا تھا۔ تھوڑے سے فاصلے پر کھدائی کا سامان پڑا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ کون تھا؟

کیا کر رہا تھا؟

یہ جلد معلوم ہونے والا تھا

اگلی صبح

صبح کی روشنی کمرے کے درودیوار کو روشن کرنے لگی تھی۔ نیم اندھیرے میں گہری نیند سویا وجود ذرا سا کسمسایا۔ وجہ سائیڈ ٹیبل پر پڑا فون تھا جو چنگھاڑ چنگھاڑ کر بند ہو گیا تھا۔ کچھ لمحے کے بعد فون کی آواز نے پھر سے نیند میں خلل ڈالا۔ ابر نے مندی مندی آنکھیں کھول کر فون اٹھایا۔ جہاں تک اسے یاد تھا وہ رات کو کوئی الارم لگا کر نہیں سوئی تھی اور نہ ہی ابھی دن کے بارہ بج رہے تھے۔ پھر صبح کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ساڑھے چھ بجے یہ کس کو اسکی یاد ستائے جا رہی تھی۔ وہ آنکھیں ملستی اٹھ بیٹھی۔ کال اٹھا کر فون کان سے لگایا۔

''ہیلو! ہاں ہلیل خیریت اتنی صبح صبح کال کی؟'' ہاتھ کی پشت سے جمائی روکی۔ اگلی بات ایسی تھی کہ نیند تو غائب ہوئی ہی پر ساتھ چودہ طبق بھی روشن ہو چکے تھے۔

''ایک منٹ ایک منٹ۔۔۔ کیا ہوا ہے ایک بار پھر سے بتانا'' وہ جلدی سے بستر پر سے اتری۔

''کیا میری آواز ٹھیک سے نہیں آرہی؟ ابر میں کہہ رہا ہوں کہ بالاج کی قبر سے اسکی لاش غائب ہے۔ کسی نے رات قبر کھودی ہے۔ تم سن رہی ہو؟'' ہلیل کچھ اور بھی کہہ رہا تھا۔ ابر سن ہوتے دماغ کے ساتھ نیچے بیٹھتے چلی گئی۔ خدا کسی کی صبح کا آغاز ایسی خبر سے نہ کرے لیکن اب شکایت کا وقت ختم ہو گیا تھا۔ جنگ کا آغاز ہو چکا تھا۔ پہل کر دی گئی تھی۔

دن کا اجالا سب کیلئے روشنی لے کر نہیں آیا کرتا۔

یہ کچھ کیلئے نجات ہے

تو کچھ کیلئے عذاب۔۔۔۔

www.novelsclubb.com

(باقی آئندہ ماہ!)